





19186

16 OCT 1976







# اردو رسم خط اور طباعت

78

تصنیف

پروفیسر ہارون خاں شروانی

—::—

F  
۴۹۱.۲۵  
۱۲۳۶

ناشر

مہتمم مطبوعات، سعود منزل، حمایت نگر

حیدر آباد دکن



تجدید و اصلاح و ترقی

۸۴

فیند

مجلس شورای ملی

مجلس

مجلس شورای ملی

مجلس



19186  
29.11.61

۱  
ایک دیدیم رسم فرما، آصف فنی فرما کہ فرست  
میں، اظہار رائے کا طالب  
حقیر مصنف کا طرف  
سرور ستمبر ۱۹۵۴

## اردو رسم خط اور طباعت

تصنیف

پروفیسر ہارون خاں شروانی

ST 01  
Ro

ناشر

مہتمم مطبوعات، سعود منزل، حمایت نگر

حیدر آباد دکن



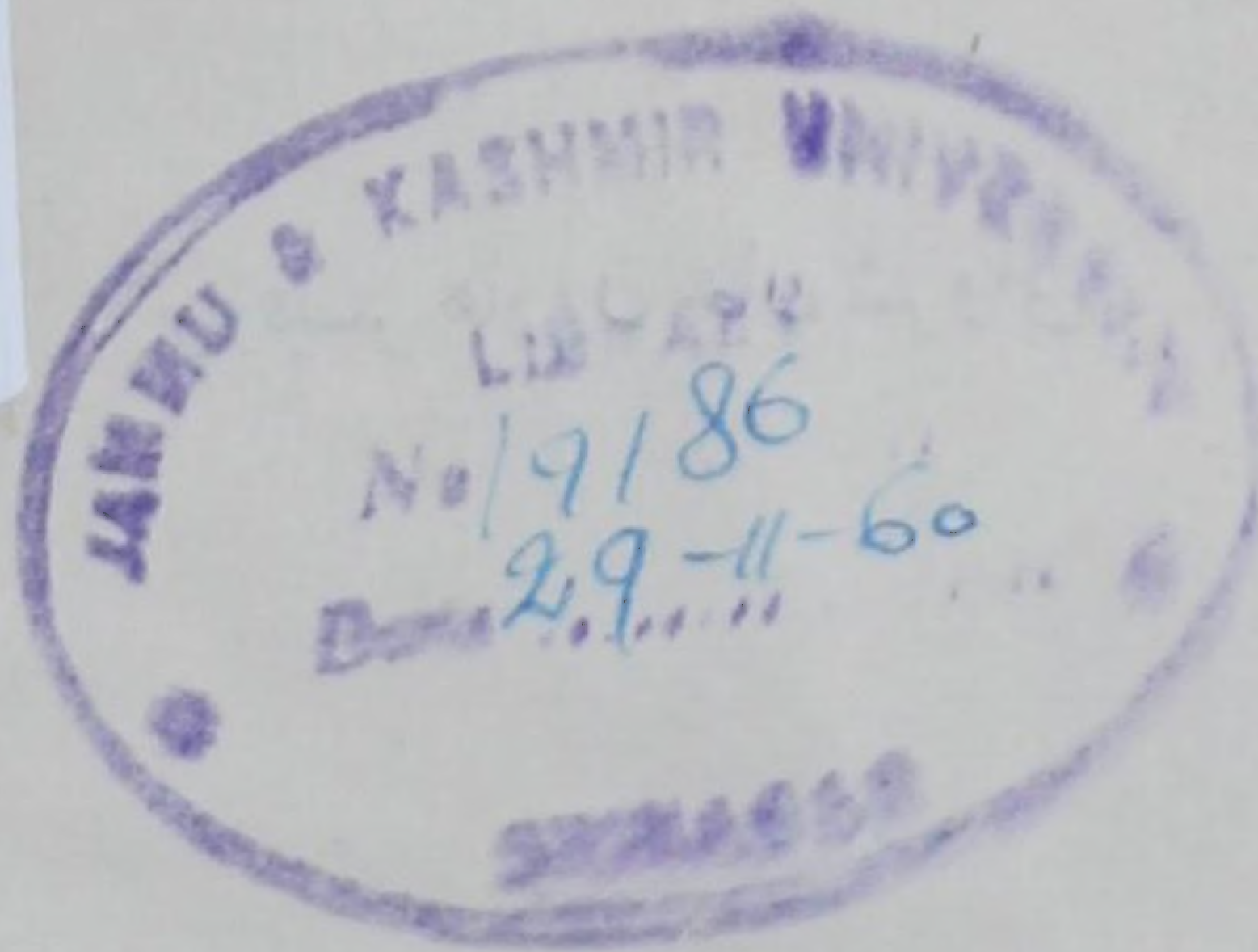


Allama Iqbal Library



19186

۲۹۱۰۷  
۱۲۳۸



51/82

مطبوعہ

اسلامک پبلیکیشنز سوسائٹی، کچی گوڑہ، حیدرآباد دکن

سنہ ۱۹۵۷ ع



## پیش لفظ

اردو رسم خط کے موضوع پر راقم کے دو مضمون انجمن ترقی اردو (ہند) کے رسالہ 'اردو ادب' میں چھپ چکے ہیں۔ پہلا مضمون 'رومن رسم خط اور اردو زبان' جنوری ۱۹۵۱ء کے شمارے میں اور دوسرا 'اردو رسم خط اور طباعت' ۱۹۵۶ء کے شمارے میں طبع ہوا، اس کتاب میں ان کی ترتیب بدل دی گئی ہے؛ ساتھ ہی موضوع کی اہمیت اور وقت کے تقاضے کی خاطر ان پر مکمل نظر ثانی کر لی گئی ہے اور بعض حصوں کو بالکل نئے قائب میں ڈھال دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ اردو پریمیوں میں یہ کتاب مقبول ہوگی۔ رومن اپی پر پہلے باب میں مجمل اور دوسرے میں مفصل طور پر غور کیا گیا ہے، اس لئے ممکن ہے کہ ناظرین کرام کو بعض مکررات سے دو چار ہونا پڑے؛ اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔

میں پروفیسر آل احمد سرور سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ان دونوں مضمونوں کو کتاب کی شکل میں لئے آنے کی اجازت دی۔ میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر محمد یوسف الدین صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پروف کی تصحیح میں مدد دی، بلکہ اگر ان کا کرم شامل حال نہ ہوتا تو شاید یہ کتاب شائع نہ ہو سکتی۔

ہ۔ خ۔ ش

حیدر آباد دکن

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۵۷ء







مجاں ۱۰۰ - ۶ باب

## فہرست مضامین

صفحہ

۱

باب ۱ - اردو رسم خط اور طباعت

۱

تمہید

۶

رسم خط کی اصلاح

۸

دیوناگری لپی

۱۳

مروجہ رسم خط

۱۳

فارسی طرز تحریر

۱۵

لیتھو

۱۷

نستعلیق ٹائپ

۲۱

نسخ ٹائپ

۲۲

بعض دوسرے ٹائپ

۲۵

مروجہ کی خویان اور خرایان

۲۸

رومن حروف

۲۸

سفارشون کالب لباب



## باب ۲ - رومن لی

۳۹

۴۰

۴۱

۴۲

۴۲

۴۵

۴۹

۵۱

۵۴

۵۶

۵۸

۵۹

۶۱

۶۴

۶۶

۶۸

۷۳

۷۴

۷۵

۷۹

۸۱

رسم خط کے اسلوب میں تبدیلیاں

لہجے میں اتار چڑھاؤ

تصویر نگاری

رومن رسم خط

رومن رسم خط کا آغاز اور اس کا پہلاؤ

رومن رسم خط کی خصوصیات

صوتیاتی اصول

غیر زبانوں کے اعلام

عربی رسم خط

چھاپے کی دقتیں

رومن فارسی

ترکی

اندونیشی

چینی

ہندستان اور رومن لکھاوٹ

عیسائی مشن

رومن میں اردو، فارسی، عربی تلفظ کی ادا ئگی،

ٹائپ سے تعصب

رومن اردو رسم خط

رومن اردو رسم خط کا تجزیہ



## باب - ۱

### اردو رسم خط اور طباعت

—:0:—

تہذیب

یہ مسئلہ مدت سے زیر بحث رہا ہے کہ مروجہ اردو رسم خط میں کسی قسم کی ترمیم یا تبدیلی کی ضرورت ہے یا نہیں، اور ہے تو اس کی نوعیت کیا ہونی چاہئے، چونکہ زمانہ دراز سے حیدرآباد اردو زبان کا گوارہ بنا رہا ہے اور آج بھی حیدرآباد شہر میں اردو مادری زبان والوں کی تعداد دوسری کسی زبان والوں سے زیادہ ہے اس لئے یہ تدریجی بات ہے کہ یہاں اس مسئلے پر کافی توجہ کی گئی ہو، اور حال میں کئی مرتبہ اردو ادیبوں، اخبار والوں اور دوسرے دانشوروں کے درمیان تبادلہ خیالات رہا ہو۔ مئی سنہ ۱۹۵۶ ع میں حیدرآباد میں جو کل ہند اردو کانفرنس ہوئی اس میں بھی اردو کے بعض عالموں نے اس مسئلے پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی؛ لیکن ظاہر ہے کہ اس کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ کانفرنس کسی نتیجے پر پہنچتی یا کوئی دائرہ لایوشن پاس کرتی۔ جو لوگ کانفرنس کے اس اجلاس میں موجود تھے ان میں اردو رسم خط کے مسئلے پر بحث ہوئی ان میں سے ہر ایک کو اس بات کا احساس تھا کہ اردو میں غلطیوں کو دور رکھنے کے لئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو اردو



بھی اس کی ترقی میں مانع ہوں ان کا انسداد کیا جائے اور ان تدبیروں پر ٹھنڈے  
دل سے غور کیا جائے جو ہمیں اپنی زبان کو ترقی کی منزل تک لے جانے میں مدد  
ثابت ہوں۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اردو رسم خط میں تبدیلی کے محرکات  
کیا ہیں۔ ایک طرف شمال سے یہ آواز آتی ہے کہ اردو کو فوراً دیوناگری لپی  
اختیار کر لینی چاہئے، تو دوسری جانب آج سے نہیں بلکہ ایک صدی سے زیادہ سے  
یہ تحریک چل رہی ہے کہ اردو کو رومن حروف میں لکھا جائے۔ تیسرا گروہ  
ان اردو پریمیوں کا ہے جو اس صورت حال سے نالان ہیں کہ ہمارے بہترین  
اخبار، اور بہترین رسالے، کتابیں دیدہ زیبی اور ظاہری حسن کے اعتبار سے  
بیرون ملک کی مطبوعات کا تو کیا، خود اس ملک کی دوسری زبانوں کی مطبوعات  
کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، اور وہ سوچنے لگے ہیں کہ اس تنازع للبقا کے دور میں  
ہماری زبان، جس کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ دیس کی باقی سب زبانوں سے زیادہ  
بولی سمجھی جاتی ہے، کیسے اور کتنے دن پنپ سکتی ہے۔ آپ کسی ریلوے  
بکسٹال پر چلے جائے، وہاں تلنگی یا ملایالم یا ہندی کی کوئی کتاب یا اخبار اٹھا لیجئے  
اور اس کا مقابلہ اپنے بہترین مطبوعے سے کیجئے تو آپ سوچنے لگیں گے کہ وہ  
زبان جس کا یہ مطبوعہ ہے مسابقت کے اس دور میں کس طرح زندہ رہ سکتی ہے!  
یہاں چالیس پینتالیس برس پہلے کا ایک قصہ یاد آ گیا۔ سید راس مسعود جو بعد میں  
چل کر حیدرآباد کے معتمد تعلیمات، مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور بھوپال  
ریاست کے وزیر تعلیم ہوئے اور جو نسبتاً کم عمری میں اپنے دوستوں اور  
عزیزوں کو داغ مفارقت دے گئے، ولایت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے سنہ ۱۹۱۲ء میں



وطن واپس ہوئے تھے۔ ان کے ایک دوست ای۔ ایم۔ فورسٹر E. M. Forster تھے جن کا شمار آج کل انگریزی زبان کے چوٹی کے ادیبوں میں سے ہے۔ جو لوگ عصری ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ فورسٹر کا ناول A Passage to India کس پائے کی کتاب ہے۔ فورسٹر اس ناول کے لئے مواد حاصل کرنے اور اس ملک کی « فضا » سے واقف ہونے کی غرض سے ہندوستان آئے اور علی گڑھ میں مسعود کے ساتھ ٹھہرے۔ ہندوستان کے عوام سے براہ راست ربط پیدا کرنے کے لئے مسعود کے کہنے پر فورسٹر نے انگریزوں، دوپلو ٹوپی اور چوڑی دار پانجامہ کی پوشش اختیار کر لی اور میزبان اور مہمان دونوں گاؤں گاؤں اور شہر شہر گھومنے پھرنے لگے۔ دہلی برطانوی ہند کا صدر مقام بن چکا تھا لیکن ابھی تک ہندو سرکار کلکتے سے منتقل نہ ہوئی تھی اور اس اجڑے ہوئے شہر میں پرانی تہذیب اور شائستگی کے آثار باقی تھے۔ مسعود اور فورسٹر چاندنی چوک میں گھوم رہے تھے کہ فورسٹر نے دریافت کیا کہ بھائی! تمہاری اردو زبان کا سب سے بڑا کلاسیکی شاعر کون گزرا ہے؟ مسعود نے بلا تامل جواب دیا کہ غالب سے بڑھ کر کون ہو گا۔ فورسٹر نے اس پر کہا کہ میں غالب کی کلیات خریدنا چاہتا ہوں۔ اس زمانے میں چاندنی چوک میں اردو کتب فروشوں کی ایک نہیں چار چھے دوکانیں تھیں۔ مسعود ایک دوکان پر کھڑے ہو گئے اور دریافت کیا کہ آپ کے یہاں اردو دیوان غالب کا کوئی نسخہ ہے؟ معاً جواب ملا کہ ہمارے پاس اس کے کئی ادیشن ہیں؛ آپ کو آٹھ آنے والا نسخہ دون یا بارہ آنے والا یا سب سے بہتر نسخہ جس کی سوا روپیہ قیمت ہے؟ مسعود نے سوا روپیہ نکالا اور دیوان غالب کا نسخہ خرید لیا۔ یہ بادامی کھردرے کاغذ پر چھپا ہوا تھا، جگہ جگہ روشنائی



کے دھبے پڑے تھے، سفید تانگے سے سلا ہوا تھا۔ دونوں دوکان سے آگے بڑھے تو فورسٹر نے مسعود سے پوچھا کہ کیا غالب تمہارا سب سے بڑا کلاسیکی شاعر تھا؟ مسعود تو غالب کے گویا حافظ تھے اور انگریزی زبان پر انگریزوں کی طرح قادر تھے، فوراً انہوں نے تاڑا تاڑ غالب کے کتنے ہی اشعار سنا ڈالے اور ان کا انگریزی میں مطلب بھی بیان کر دیا، اور کہا کہ بعض اعتباروں سے غالب تمہاری انگریزی کے بعض بڑے بڑے شاعروں سے بھی بالاتر ہے۔ فورسٹر غالب کے اشعار سن کر انگشت بدندان ہو گئے اور کہا کہ مسعود مجھے حیرت ہے کہ اتنے بڑے شاعر کے کلام کو تم لوگوں نے ایسے ذلیل کاغذ پر چھاپا ہے جسے شاید ہم اپنے بدن کی صفائی کے لئے بھی استعمال نہ کریں گے، اور اس کی طباعت کا یہ عالم ہے کہ جو طریقہ ہم نے صدیوں پہلے ختم کر دیا تم اس یسویں صدی میں بھی اس میں اپنی بہترین کتابیں چھپواتے ہو۔ مسعود کہتے تھے کہ مجھے یہ سن کر اتنی ندامت ہوئی کہ عرق عرق ہو گیا اور میرے لئے صرف ایک چارہ کار باقی رہ گیا وہ یہ کہ مبحث کو بدل دوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اوسط درجے کے اخباروں اور رسالوں کی شکل و صورت کا معیار کم و بیش وہی ہے جو آج سے چالیس پینتالیس برس پہلے تھا اور گو کتابوں کے گرد پوش اور رسالوں کے سرورق ذرا زیادہ اہتمام سے چھپتے ہیں لیکن طباعت کے اعتبار سے تو ہم شاید ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکے۔ پھر ایک طرف ہمارا یہ ادعا ہے کہ اردو زبان ہندستان کی دوسری تمام زبانوں سے زیادہ بولی سمجھی جاتی ہے تو دوسری جانب شاید یہودی مذہب کی اور پارسی مذہب کی طرح وہ محدود ہو کر رہ گئی ہے اور رسم خط کی پیچیدگیوں



کی وجہ سے زیادہ تر وہی لوگ اردو لکھنا پڑھنا سیکھتے ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے۔ یہ زبان کیسی ہی دل لبھانے والی ہو، اس کا لوچ، اس کی خوب روئی خود ہمارے وطنی بھائیوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ ایک اور مشکل یہ آپڑی ہے کہ ہندستان کے نئے نقشے میں شاید سوائے دہلی اور کشمیر کے یہ کسی ریاست کی سرکاری زبان نہیں رہی اور وہ صوبے یا رقبے جہاں کل تک یہ اکثریت کی مادری زبان تھی وہاں سے یا تو باضابطہ نکالی جا رہی ہے ورنہ سرکاری اغراض کے حد تک حرف غلط کی طرح محو کی جا رہی ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ شستہ سے شستہ

(۱) ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۵۶ء کو اوک سبھا میں یونین کے وزیر داخلہ شری داتار نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ «نیپالی، سندھی اور اردو کے بعض اداروں کی طرف سے اس مضمون کی درخواستیں وصول ہوئی ہیں کہ انہیں علاقائی زبان بنایا جائے، مگر حکومت کے نزدیک انہوں نے اس مطالبے کے جواز میں جو دلیلیں پیش کی ہیں وہ کافی نہیں۔» ہمیں اس کا تو علم نہیں کہ نیپالی اور سندھی زبان کے وہ کرن سے ادارے تھے جنہوں نے ان زبانوں کو علاقائی زبان بنانے پر زور دیا ہے اور نہ یہ معلوم کہ مختلف ریاستوں میں نیپالی یا سندھی بولنے والوں کی کیا تعداد ہے اور اس تعداد کا دوسری زبانیں بولنے والوں سے کیا تناسب ہے؛ مگر جہاں تک اردو کا تعلق ہے غالباً شری داتار کا اشارہ اس عظیم الشان درخواست سے ہوگا جسے تین سال ہوئے ہیں لا کہہ سے زیادہ دستخطوں سے انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے راشٹری راجندر پرشاد کی خدمت میں پنڈت ہردے ناتھ کترو اور ان کے چھ رفیقوں نے پیش کیا تھا اور جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہمارے دستور کے دفعہ ۳۴ کی رو سے اردو کو اتر پردیش میں ہندی کے ساتھ ساتھ علاقائی زبان کی حیثیت دی جائے۔ دفعہ ۳۴ یہ ہے :

347: "On a demand being made in that behalf, the President may, if he is satisfied that a substantial proportion of the population of a state desire the use of any language spoken by them, to be recognised by State, direct that such language shall be officially recognised throughout the State for any purposes that he may specify."



## رسم خط کی اصلاح

اردو اگر صرف بولی جاتی ہے یا ( سینما کی فلموں کی طرح ) سنی جاتی ہے تو اسے ہندی کہہ کر اس کے اعداد و شمار کم کئے جاتے ہیں۔ غالباً یہی وہ محرکات تھے جن کی وجہ سے اردو والوں کو اس کے رسم خط کی طرف توجہ ہوئی ہے اور وہ یہ سوچنے لگے ہیں کہ اس کے بولنے والوں کی تعداد ہندستان میں کتنی ہی بڑھی ہوئی کیونکہ ہو، اس کے لکھنے پڑھنے والوں کی گنتی نہایت کم ہے اور موجودہ رسم خط اور طباعت ہوتے ہوئے اس کا پیام دوسروں تک پہنچانا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔

## رسم خط کی اصلاح

اس وقت اردو رسم خط کی اصلاح یا تبدیلی کے متعلق تین تحریکین ملک کے سامنے ہیں۔ ایک تحریک تو یہ ہے کہ ہندستان کی دوسری زبانوں کی سیدھ میں لانے کے لئے اس کی لپی بدل کر ناگری لپی کو اختیار کیا جائے، دوسری یہ کہ اس کا دائرہ وسیع کرنے اور اس کی لکھائی چھپائی میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے رومن رسم خط میں مناسب ترمیمیں کر کے اسے بالفعل موجودہ رسم خط کے ساتھ ساتھ اختیار کیا جائے، اور تیسرے یہ کہ لکھت کی حد تک تو اس کا رسم خط نستعلیق یا شکست رہنے دیا جائے، لیکن طباعت کا معیار بڑھانے کے لئے عربی، فارسی، سندھی، ملائی اور پشتو کی طرح فی الفور نسخ

بظاہر حکومت ہند اردو کو یو۔ پی کے ایک زبان کے طور پر بھی تسلیم کر لینے کے لئے تیار نہیں اگر ۲۰ لاکھ سے زیادہ افراد کے دستخطوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں اور مسئلہ ایسی زبان کا ہے جس کے بولنے والوں کی مغربی یو۔ پی میں اکثریت ہے تو پھر اردو کی حد تک دفعہ ۳۴۷ سے معنی ہو جاتی ہے۔



ٹائپ کا رواج عام کر دیا جائے۔ یہ تو اصلاح یا تبدیلی کی تحریکین ہوئیں؛ ایک چوتھا مسلک یہ بھی ہے کہ اردو زبان کی جان گویا نستعلیق ٹائپ میں ہے اور کتابیں ٹائپ میں چھپیں گی تو وہ مہنگی پڑیں گی، اس لئے جو ڈھرا چلا جا رہا ہے وہی رہنے دیا جائے، ورنہ اردو زبان کی مقبولیت کم ہو جائیگی اور اس کی ترقی رک جائیگی۔ ان مہربانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ نستعلیق میں ہر لفظ کے نوک پلک کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس کا لحاظ جیسا لیتھو چھاپے میں ہو سکتا ہے ایسا کسی دوسرے طریقے میں ممکن نہیں، اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ نستعلیق رسم خط اور لیتھو چھپائی ہی قائم رہے ورنہ اردو فنا ہو جائیگی۔ اس طبقے کی رجائیت باعث تقلید ہو لیکن اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم آنکھیں بند کئے لکیر کے فقیر بنے رہیں اور وظیفہ پڑھتے رہیں کہ ہماری زبان نہیں مٹ سکتی اور ہمیں کسی طرح کی جدوجہد یا اصلاح کی ضرورت نہیں تو ہمیں اس طبقے سے کچھ کہنا نہیں۔ قوموں کی طرح زبانیں بھی بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ فارسی جیسی مدد بھری زبان جو ڈیڑھ سو برس پہلے ہمارے ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھی وہ بے در پے سیاسی انقلابوں کے باعث نابود ہو گئی۔ اردو کے علاوہ دنیا کی کوئی زبان اب لیتھو میں نہیں چھپتی۔ ایسے رسم خط کو جس کی ایک داب میں نو سو یا زیادہ سے زیادہ ہزار صفحے نہ چھپ سکتے ہوں، جو بنیادی تعلیم کی ضروریات سے بالکل نا آشنا ہو، جس کے ”نوک پلک“، کا (جس پر ہمیں اتنا ناز ہے) کسی اخبار یا معمولی رسالے میں پتہ بھی نہ چلتا ہو، جس کی کتابوں میں مضمون کے ساتھ نہ ہاف ٹون تصویریں چھپ سکتی ہوں نہ نقشے، جس کے اخباروں میں تصویریں چھپیں تو ایک کا دوسری سے امتیاز مشکل ہو، اگر



باوجود ان تمام باتوں کے کوئی شخص لیتھو کو اردو کی بقا کی ضمانت سمجھتا ہے تو یہ خیال اسے مبارک ہو، وہ اردو کو فنا کی طرف لے جا رہا ہے نہ کہ بقا کی طرف<sup>۱</sup>۔

### دیوناگری لپی

اب ان تحریکوں کو یکے بعد دیگرے لیجئے جو اردو کے رسم خط کی اصلاح کے متعلق پیش کی جا رہی ہیں۔ جہاں تک دیوناگری لپی کا تعلق ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس لپی میں کون سی خوبیاں ہیں کہ ہم اپنا رسم خط چھوڑ کر اسے اختیار کر لیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ناگری لپی نے ڈاروڑ جیسی پیش آریائی آوازوں اور ق، خ، غ، جیسے عربی مخارج میں تھوڑا بہت تصرف کر کے اپنا لیا ہے؛ ساتھ ہی دوسری قوموں کے بہت سے اعلام کو اس لپی میں کم و بیش صحیح طور پر ادا کیا جاسکتا ہے۔ مگر ناگری لپی میں بعض ایسی خامیاں ہیں کہ ان کی وجہ سے نہ صرف اردو ہی کی مشکلات حل نہیں ہو سکتیں بلکہ جب تک اس میں انقلابی تبدیلیاں نہ ہوں طویل مدت کے نقطہ نظر سے خود ہندی کے لئے بھی یہ لپی باقی رہنے کا مسئلہ قابل غور ہے۔ ناگری میں جملہ حروف کی تعداد

(۱) یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ جس پتھر پر اردو اخبار رسالے اور کتابیں چھپتی ہیں وہ ادنیٰ درجے کا پتھر ہوتا ہے۔ لیتھو کا پتھر تین طرح کا ہوتا ہے :  
۱۔ آسمانی پتھر جو نہایت سخت ہوتا ہے اور جو زیادہ تر تصویریں اتارنے کے کام آتا ہے؛  
۲۔ خاکستری پتھر جو علاوہ تصویروں کے دوسرے نہایت باریک نقش و نگار اتارنے میں استعمال ہوتا ہے؛ اور

۳۔ زرد پتھر جو اب سوائے اردو چھپائی کے اور کسی کام میں نہیں آتا لیتھو کی ایجاد ہے، ویربا کے ایک ایکٹرسینے فیلڈر Senefelder نے انیسویں صدی کے ابتدا میں کی مگر چھپائی کا

Encyclopaedia Brittanica

یہ طریقہ یورپ میں کبھی مقبول نہیں ہوا۔ دیکھئے :

سنہ ۱۹۳۹ ع جلد ۱۸، صفحہ ۵۰۸ وغیرہ۔







حرف صحیح میں زبر کی آواز مضمحل ہے جس کی وجہ سے ایک جزم دار اور متحرک آواز کو ملانا ہو تو زبر کی علامت کو (جو اکثر حروف میں کھڑے الف کی شکل کی ہے) حذف کرنا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بنیادی ۵۲ حروف کے ساتھ ساتھ کم و بیش ۴۰۰ سنیکتا کشرون یا ملے جلے حروف کی ضرورت پڑتی ہے اور ہندی چھپائی کے غیر ضروری طور پر طویل اور پیچیدہ ہونے کی وجہ سے انگریزی سے کہیں زیادہ جگہ گھیر لیتی ہے۔ ناگری پریمون کو اس بات کا اندازہ ہے کہ ان دشواریوں کی وجہ سے اس اپی کو مقبول بنانے اور عصری ایجادوں کا اس پر اطلاق کرنے میں کتنی دقت پیش آرہی ہے؛ مگر وہ ابھی تک معمولی سے معمولی اصلاح پر بھی متفق نہیں ہو سکے۔ مثال کی طور پر جہان اوپر کی ریکھا گجراتی میں کلیۃ اور بنگالی میں ایک بڑی حد تک حذف کر دی گئی ہے، وہاں ناگری والے اس کے رکھنے پر مصر ہیں۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ کہنی ہے کہ خود ہمارے ملک کے بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ سائٹیفک اعتبار سے تلنگی رسم خط ناگری سے بہتر ہے، اس لئے کہ اس کے تمام حروف مدور ہوتے ہیں اور انسان کی نگاہ جیسی دائرے پر جمتی ہے ویسی نوک دار حروف پر نہیں جمتی۔ شاید اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تحریک بنگال تک میں پہنچ گئی ہے اور وہاں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو تلنگی رسم خط کو دوسرے تمام لپیوں سے برتر سمجھتے ہیں<sup>۶</sup>۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جنوبی ہند میں

Prabuddha Nath Chatterjee, *National Script and Numerals*, Calcutta Review, ۶  
December, 1954, pp. 212-219.

اس مضمون کا اقتباس ملاحظہ ہو۔



## دیوناگری لپی

سنسکرت کے جو قدیم مخطوطے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سے اکثر ناگری لپی میں نہیں بلکہ تامل یا تلنگی لپیوں میں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ہند میں ناگری لپی کبھی مقبول نہیں ہوئی، اور ہندستان کے اس حصے کے باشندے سنسکرت زبان کی تعظیم و تکریم کریں، مگر ناگری رسم خط کو وہ قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بلاشبہ ہمارے دستور نے ناگری رسم خط کو ایک برتر موقف دیا ہے، لیکن ایسی کوئی تحریک اب تک نظر سے نہیں گزری کہ ہندی کے علاوہ دوسری کسی زبان کے بولنے والے ناگری کو اپنی زبان کا رسم خط بنانے پر تلے ہوئے ہوں۔ اب اس مسئلے کے ایک دوسرے پہلو کو لیجئے۔ اگر باوجود ان تمام خامیوں کے ناگری لپی اختیار کرنے کی تجویز بار آور ہو گئی تو اس کا اندیشہ ہے کہ بہت جلد اردو زبان ہندی میں مدغم ہو جائیگی اور اس کا تفرد باقی نہ رہے گا۔ چند مہینے ہوئے اترپردیش کے راجپال شری کنھیالال منشی نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ اگر اردو والے دیوناگری کو اپنا رسم خط بنالیں

“...What sanctity is there about Devanagari? Devanagari letters are formed at least a majority of them—in an angular shape which prevents or retards rapid writing..... Writing in Devanagari brings fatigue soon...than writing in some other alphabet, as for example, the Roman or Telugu.....If the Telugu script can be further simplified as regards the shape and system of conjunct letters and by the abolition of ornamental flourishes constituting upward and downward strokes, probably it will be made nearly as suitable for mechanical processes as Roman.....”

چٹرجی صاحب ۸ جون سنہ ۱۹۵۴ء کے ایک خط میں فرماتے ہیں کہ اول تو تلنگی لپی میں سنیکتا کشرون کی تعداد دیوناگری سے کم ہے، اور جو ہیں وہ اس طرح ختم کیئے جاسکتے ہیں کہ ساکن حروف کے لئے بجائے نیم حرفی دھاتوں کے جزم ۴ کا استعمال کیا جائے؛ مثلاً ”رتنا“ کے لئے २ ॥ کی بجائے ३ ॥ لکھا جائے۔



اور عربی فارسی لفظوں کے بجائے سنسکرت شبدوں کو اپنی زبان میں جگہ دین تو پھر اردو ہندی کا جھگڑا باقی نہیں رہے گا۔ شری منشی نے ایک حقیقت کا اظہار کر دیا۔ اردو اور ہندی کے درمیان جو فرق ہے وہ یہی ہے کہ اس کا رسم خط جدا گانہ ہے اور اس کی شیرینی اور سلاست ایک بڑی حد تک ان فارسی الفاظ میں مضمر ہے جو اس کا گویا مزاج بن گئے ہیں۔ گو آج کل اثر پردیش اور مدھیہ پردیش میں جو ہندی بن رہی ہے اس کے لئے نت نئی صرف و نحو اور نت نئے قواعد بنائے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے دونوں زبانوں کے درمیان جو خلیج تھی وہ چوڑی ہوتی جا رہی ہے؛ لیکن اردو اور ہندی کا بنیادی ڈھانچا کم و بیش ایک سا ہے۔ شری منشی کی رائے پر عمل کیا گیا تو اردو زبان ہی ختم ہو جائے گی۔ بلاشبہ مرہٹی زبان ناگری لپی میں لکھی جاتی ہے اور اس میں بہت سے ناگری شبد رائج ہو گئے ہیں لیکن اس کا ڈھانچا، اس کی صرف و نحو، اس کا مزاج ہندی سے متاثر ہے۔ یہاں تو یہ عالم ہے کہ اردو لکھی ہوئی نہ ہو تو اسے ہندی کہا جاتا ہے اور سلیس ترین اردو فلوں کی زبان ہندی ہی بتائی جاتی ہے۔ اگر اردو کا رسم خط بدل کر ناگری لپی اختیار کر لی گئی تو اس زبان کا وجود ہی کیا باقی رہے گا۔ اس وقت اردو کے جو لفظ ہندی میں استعمال کئے جا رہے ہیں وہ صرف اس لئے کہ وہ زبان زد خاص و عام ہیں، لیکن ان کو بھی نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ”اصل پرست“، تو یہ چاہتے ہیں کہ آج ہی سے ہندی تقریر سے نہیں تو ہندی تحریر سے یہ کالعدم کر دے جائیں۔ دیوناگری لپی اختیار کی گئی تو یہ رجحان زیادہ زور پکڑ جائے گا۔ رہا ہمارے دستور کے آٹھویں شیڈیول میں اردو کے مقام کا مسئلہ تو اسے پارلیمنٹ کی دو تہائی



اکثریت نہایت آسانی سے تحلیل کر سکتی ہے ، اور جب اردو کسی مجوزہ ریاست کی زبان ہی تسلیم نہ کی جائے گی تو دیوناگری رسم خط اختیار کرنے کے بعد اس کا دستور سے اخراج شاید کسی کو محسوس بھی نہ ہو گا۔

### مروجہ رسم خط

( الف ) ”فارسی طرز تحریر“

اب مروجہ رسم خط کو لیجئے۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ اردو زبان ”فارسی“ رسم خط میں لکھی جاتی ہے۔ یہ بڑا مغالطہ ہے اور اس مغالطے میں خود اردو والے بھی پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ ادعا نہ صرف غلط ہے بلکہ نقصان رسان بھی ہے۔ اس ایک لفظ نے اردو کو غیر ملکی زبان بنادیا ہے ، اس لئے کہ اردو کا رسم خط فارسی ہوا تو خواہی نخواہی اس کا ذہنی تباہی دیوناگری سے کیا جائے گا جسے اکثر لوگ خالص ہندوستانی لپی سمجھتے ہیں۔ اردو اور ہندی کے درمیان جو افسوس ناک خلیج پیدا کر دی گئی ہے وہ اس غلط اور نقصان رسان خیال سے اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتی ہے۔ دس بارہ برس ہوئے الہ آباد یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے وہاں کے مجلے میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اردو دراصل فارسی زبان ہی کی ایک شکل ہے ، اور اس مضمون میں خاص طور پر رسم خط سے استدلال کیا گیا تھا۔ بہر حال یہ بات واقعے کے بالکل خلاف ہے کہ اردو زبان ”فارسی“ رسم خط میں لکھی جاتی ہے ، بلکہ جو رسم خط اردو میں رائج ہے وہ خالص اردو ہے اور اردو زبان کے لئے مختص ہے۔ بلاشبہ اس کی اصل نسخہ ہے جسے ابن مقلہ نے سنہ ۱۱۲۲ ع



میں واضع کیا۔ یہ رسم خط ایران پہنچا تو اس میں خالص ایرانی آوازوں کی علامات، پ، چ، ژ، گ، کا اضافہ ہوا اور کشش میں تبدیلی ہو کر یہ پہلے ”تعلیق“، اور پھر نستعلیق بن گیا<sup>۸</sup>۔ اسی طرح جب اردو اس لپی میں لکھی جانے لگی تو اس میں خالص ہندوستانی آوازوں کے لئے ٹ، ڈ، ژ، کا اضافہ کیا گیا اور یہ اردو رسم خط کہلانے لگا۔ آج عرب اور ایرانی اپنی اپنی زبانوں میں جس کشش کو استعمال کرتے ہیں اس سے اردو کی کشش بالکل مغائر ہے۔ ایک اچھی لپی کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں لچک ہو اور بست و کشاد کی گنجائش ہو؛ نہ صرف یہ بلکہ وہ خود اس زبان کا رسم خط بن جائے جو اسے اختیار کرنا پسند کرے۔ عربی نسخ میں اس کی گنجائش تھی؛ کشش میں تھوڑے بہت فرق اور بعض حرفوں کے اضافے سے وہ ایران میں فارسی رسم خط، ملایا میں ملائی، مراکو میں مغربی اور ہندستان میں اردو رسم خط بن گیا، اور جب اس رسم خط میں بنگالی اور تامل بھی لکھی جانے لگیں تو اسے ”بنگالی نسخ“، اور ”عرب تامل“، خط کہنے لگے<sup>۹</sup>۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو رسم خط کو فارسی کہنا نہ صرف حقیقت سے

۷۔ عربی خط کے ارتقا کے لئے دیکھئے محمد سجاد مرزا کا معلومات آفرین رسالہ ”اردو رسم خط“، حیدرآباد دکن ۱۹۴۰ ع ص ۸۔

۸۔ دکن میں بہمنی دور کے آخر تک سرکاری کاغذات فارسی زبان اور خط نسخ میں لکھے جاتے تھے؛ اس کا نمونہ Sherwani: Mahmud Gawan, the Great Bahmani Wazir کی ابتدا میں ملاحظہ کیا جائے۔ ہندستان میں نستعلیق کا رواج مشہور خطاط میر عماد کے بھانجے عبدالرشید دیلمی کے آنے تک نہیں ہوا؛ ان کے آنے کا زمانہ ۱۶۱۸ ع ہی سمجھنا چاہیے۔

۹۔ بنگالی نسخ کے لئے دیکھئے رپورٹ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، کولکٹہ، دسمبر سنہ ۱۹۳۹ ع۔ اس کانفرنس کے شعبہ اردو کے پانچویں رزولوشن میں بیان کیا گیا ہے کہ ”ایک صدی پہلے“ یعنی انیسویں صدی کی تیسری چوتھی دہائی تک بنگالی =



منہ موڑنا ہے بلکہ ایک اعتبار سے اردو کو دوسری ہندستانی زبانوں کے معیار سے گرانہ ہے۔

(ب) لیتھو۔

جیسا اوپر دکھایا گیا ہے، یہ تو اردو کے لئے گویا سزائے موت کا پروانہ ہوگا کہ ہم اس کے چھاپے میں برابر ادنیٰ درجے کے لیتھو کے پیچھے پڑے رہیں۔ یہ تو بالکل ایسی بات ہوئی کہ جہاں ہم ہوائی جہاز یا ریل میں جاسکتے ہوں وہاں بیل گاڑی پر جانے کو ترجیح دیں۔ اگر ہم اردو زبان کی بقا چاہتے ہیں تو ہمیں لیتھو کو یک قلم ترک کرنا ہوگا اور اس کی جگہ ٹائپ کو رواج دینا پڑے گا۔ اردو طباعت کا تو یہ عالم ہے کہ ایک پھیکا زرد پتھر لے لیا، دستی چرخی خرید لی، چار مزدوروں کو چرخی پھرانے پر رکھ لیا، ایک کاتب کو مقرر کر لیا، لیجئے لیتھو پریس تیار ہو گیا۔ کیا ایسے چھاپے سے ہماری زبان ترقی کر سکتی ہے؟ یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ لیتھو چھاپے سے ٹائپ چھاپے میں زیادہ خرچ پڑے گا۔ اول تو اگر اچھے کاپی نویس سے کاپی لکھائی جائے اور اسے اچھے کاغذ پر اہتمام سے چھپوایا جائے تو دونوں قسم کی چھپائیوں میں اتنا تفاوت نہ ہوگا۔

== زبان نسخ میں لکھی جاتی تھی، اور اس میں حکومت بنگال سے درخواست کی گئی ہے کہ مروجہ بنگلہ رسم خط کے ساتھ ساتھ بنگالی زبان کو نسخ میں رواج دینے کی اجازت دے۔ اس کانفرنس میں بنگالی زبان کی بہت سی تحریریں اور کتابیں پیش کی گئیں جو خط نسخ میں لکھی ہوئی تھیں۔ ”عرب تامل“ کے نمونے کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ”القرآن فی کل لسان“، مرتبہ ادارہ عالم گیر تحریک قرآن مجید، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۴ھ۔ بنگالی نسخ اور عرب تامل دونوں میں یہ خصوصیت ہے کہ ان زبانوں کے مخارج کر عربی حروف پر علامات لگا کر اپنایا گیا ہے۔



دوسرے چونکہ ٹائپ کی ایک داب میں ہزاروں لاکھوں فارم نکل سکتے ہیں اسلئے اخباروں اور کتابوں کی قیمت میں کافی کمی ہو جائے گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی، گجراتی، مرہٹی، ہندی کے جو اخبار دو آنے میں خریدے جا سکتے ہیں ان کا معیار اور حجم اسی قیمت کے اردو اخباروں سے دو گنا تگنا ہوتا ہے اور دیدہ زیبی اس کے علاوہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کل اردو کے کسی اخبار کی اشاعت میں اضافہ اس کی مشکلات کو دو چند کر دیتا ہے اس لئے کہ جب ایک داب میں ۹۰۰ یا ۱۰۰۰ سے زیادہ فارم نہ نکل سکیں تو یا تو اسے نہایت گران فوٹو آف سیٹ کے طریقے کو اختیار کرنا پڑے گا ورنہ چار چار پانچ پانچ کاپی نویسون کو مقرر کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں مناسب ہے کہ حیدر آباد کے ایک ممتاز اخبار ”پیام“ کے اڈیٹر جناب اختر حسن کی رائے نقل کی جائے جو انہوں نے حیدر آباد میں ۲۶۔ فروری سنہ ۱۹۵۶ع کو ایک مکالمے کے سلسلے میں ظاہر کی۔ انہوں نے کہا کہ ”آج کا اخبار پڑھنے والا تازہ ترین خبریں چاہتا ہے۔ مگر خبریں رات کے تین یا ساڑھے تین بجے تک وصول ہوتی ہیں، اس کے بعد کتابت و طباعت کی منزلوں تک باآسانی گزرنا اور علی الصباح اخبار کا لوگوں کے مکانوں پر پہنچ جانا ایک دشوار گزار مرحلہ بن جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ٹائپ میں چھپنے والے اخباروں کے لئے ایسی کوئی دشواری نہیں۔“

ایک اعتراض اردو ٹائپ پر یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہمیں اس کی چھپی ہوئی کتابیں پڑھنے کی عادت نہیں اس لئے اسے رائج کرنا مناسب نہ ہو گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر عربوں، ایرانیوں، سندھیوں، پختوؤں نے کبھی نہ کبھی



## نستعلیق ٹائپ

لیتھو چھوڑ کر ٹائپ چھاپے کی عادت ڈالی ہو گی۔ ہماری زبان کو کسی ایسی انوکھی زبان ہے کہ لکیر کی فقیر بنی رہے، اور ہم جو گلا پھاڑ پھاڑ کر اردو کے تحفظ کے لئے چیخ پکار کرتے ہیں تو کیا ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ اس کی خاطر ہم دوسری زبانوں کی سیدھ میں آجائیں اور تنازع للبقا کے میدان میں تھوڑی سی قربانی دیں۔ اگر یہ نہیں تو تمام حجت اور جدو جہد بے کار ہے۔

( پ ) نستعلیق ٹائپ۔

اب اس مسئلے پر غور کرنا ہے کہ اردو کے لئے کونسا ٹائپ اختیار کیا جائے۔ مروجہ رسم خط کے اعتبار سے دو طرح کے ٹائپ کا امکان ہے، ایک نستعلیق، دوسرے نسخ۔ گیارہویں صدی عیسوی میں میر علی تبریزی نے نسخ اور تعلیق کو ملا کر نستعلیق رسم خط ایجاد کیا لیکن یہ سترہویں صدی تک ہندستان میں رواج نہ پاسکا۔ یہ خط نسخ ہی کی ایک ارتقا شدہ شکل ہے اور اس میں عربوں کی حرکیت اور ایران کی جمالیات دونوں کو گویا سمویا گیا ہے۔ لیکن اس میں ”حرفون کے جوڑ توڑ کی نزاکتیں، دامن اور دائروں کا دور، کششوں اور مدوں کی سطح اور نوک پلک کی باریکیاں اتنی ہیں کہ گھنٹوں میں چند سطریں لکھی جاسکتی ہیں“<sup>۱۱</sup> اس میں جمالیاتی تصور اس قدر غالب ہے کہ افادی پہلو بالکل دب گیا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود ایرانیوں نے آخر کار اس کی جمالیات کو نسخ کی افادیت پر قربان کر دیا اور آج ایران میں کوئی کتاب نستعلیق ٹائپ میں نہیں چھپتی۔

یہاں ٹائپ چھاپے کی مختصر تاریخ بے سود نہ ہو گی۔ سانچوں کے ذریعے



سے طباعت میں اولیت کا سہرا چینیوں کے سرھے، اور حساب لگایا گیا ہے کہ اس طریقے سے سب سے پہلی کتاب سنہ ۸۶۸ ع میں چھاپی گئی تھی۔ اسی طرح حرکت پذیر Movable ٹائپ چین میں ہی ایجاد ہوا اور گیارہویں صدی کی چوتھی دہائی میں ایک شخص پی شنگ نے اس ٹائپ میں پہلی کتاب شائع کی۔ مگر یہ ایجاد چین ہی تک محدود رہی اور یورپ میں اسے پندرہویں صدی کے وسط تک کام میں نہیں لایا گیا۔ اس کے تین سو برس بعد تک ٹائپ کو ہاتھ ہی سے کمپوز کیا جاتا تھا، لیکن سنہ ۱۸۲۲ ع سے مشین کمپوزنگ شروع ہو گئی<sup>۱۲</sup> ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود عربی رسم خط کی پیچیدگیوں کے سولہویں صدی کے ابتدا ہی میں یورپ والوں نے عربی کتابیں ٹائپ میں چھاپنی شروع کر دیں اور اس صدی کے اواخر میں تو نسخ ٹائپ اس قدر ترقی کر گیا کہ بڑی بڑی ضخیم کتابیں اس میں چھپنے لگیں<sup>۱۳</sup>۔

شاید یہ دیکھ کر کہ اردو دان طبقہ نسخ ٹائپ کو پسند نہ کرے گا اور ”الہلال“ اور ”ہمدرد“، جیسے وقیع اور مقبول اخباروں کی نسخ طباعت کے غیر مقبول ہونے کا اندازہ کر کے سراکبر حیدری نے، جو اس زمانے میں حیدرآباد کے وزیر فینانس تھے اور بعد میں چل کر ریاست کے صدر اعظم بنے،

۱۲۔ ملاحظہ ہو Encyc. Brittanica جلد ۱۸، صفحہ ۴۹۴ وغیرہ۔

۱۳۔ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں ایک کتاب ”القانون فی الطب“ مؤلفہ شیخ الرئیس ابن سینا ہے جو Typographia Medicaea, Roma میں ۱۵۹۳ ع کی چھاپی گئی ہے۔ اس میں ۶۱۵ صفحے ہیں۔ ٹائپ اتنا نفیس ہے کہ مختلف حرفوں کے درمیان جو جوڑ ہیں وہ مشکل سے نظر آتے ہیں۔ اس پر ”قیمت پانچ صد روپیہ عالمگیری“ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ عالمگیر کے زمانہ میں ٹائپ سے چھپی ہوئی کتابیں ہندوستان آنے لگی تھیں۔



## نستعلیق ٹائپ

ریاست کے سنٹرل پریس کو ہدایت کی کہ نستعلیق ٹائپ کا احیاء کرے اور اسے عصری ضروریات سے لیس کرے۔ اس بارے میں جو کوشش ہوئی اسے خود سرشتہ طباعت حیدر آباد کے ایک پمفلٹ سے نقل کرنا مناسب ہو گا :-

” بہ تعمیل فرمان خسروی دارالطبع سرکار عالی میں عثمانیہ ٹائپ فاندوری قائم ہوئی۔ یہاں سے تو خط نستعلیق خود دوائر اور کششون کی نزاکت اور جوڑوں کی بلندی و پستی کی دشواریوں میں مبتلا ہے اس پر فن ٹائپ سازی اور قواعد نستعلیق کی پابندی یہ دونوں ایک دوسرے سے مغائر اشکال رکھتے ہیں ۔۔۔۔ قواعد نستعلیق کی پابندی کے ساتھ ہی کریسوں اور جوڑوں میں اضافہ ہوتا جائے گا جس کی وجہ سے تعداد حروف اور شیش (سیسے) کے صرفہ میں اضافہ کے علاوہ ٹائپ کے جوڑ، نوک پلک بہت ہی نازک اور کمزور ہو جائیں گے۔ اس طرح تو ٹائپ اپنے اصول کے تحت خط نستعلیق سے بہت دور ہٹ جائے گا یا قواعد نستعلیق کی پابندی اس کو ناقص، کمزور اور عملاً دشوار بنا دے گی۔“

بہر حال ان ”مغائر اشکال“ کے باوجود سرشتہ طباعت کے کامل انہماک، غیر معمولی کوشش اور گورنمنٹ کے کثیر صرفے نے نستعلیق ٹائپ کی احیا کا سہرا حکومت سرکار عالی کے سر سنہ ۱۹۳۰ ع میں باندھا گیا ۔“

یہ واقعے کے خلاف ہے کہ نستعلیق ٹائپ سنہ ۱۹۳۰ ع میں ”ایجاد“ ہوا، اس

۱۴ کتابچہ موسومہ ”نمونہ جات ٹائپ ایجاد کردہ سرشتہ طباعت سرکار عالی“ حیدر آباد دکن - صفحہ ۵۰



لئے کہ انیسویں صدی کے اواخر ہی میں کلکتے میں اس کی کوشش کی جاچکی تھی کہ نستعلیق کے نوک پلک والے حروف کو سیسے کے سانچوں میں مقید کیا جائے اور اس ٹائپ میں بعض بڑی بڑی کتابیں چھاپی بھی گئی تھیں<sup>۱۰</sup>۔ تاہم حیدر آبادی ٹائپ تجربے کی حد سے آگے نہیں بڑھا، اور خود جامعہ عثمانیہ کی سیکڑوں مطبوعات میں سے ایک کتاب بھی نستعلیق ٹائپ میں نہیں چھپ سکی، اور خود حیدر آباد سرکار کو بالآخر تجارتی نقطہ نظر سے اس کی ناکامی کا اظہار کرنا پڑا۔ نستعلیق ٹائپ میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ بعض حرفوں کے لئے سات سات آٹھ آٹھ اور پورے فرمے کے لئے سیکڑوں ٹائپ روپوں کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ حیدر آباد کے ۳۰ پوائنٹ نستعلیق کے لئے ۵۷۲ روپ، ۲۲ پوائنٹ کے لئے ۶۸۲ روپ اور ۱۸ پوائنٹ کے ۲۹۵ روپ درکار ہوتے ہیں، اور ان میں اعراب اور اوقاف شامل نہیں<sup>۱۶</sup>۔ اس کے علاوہ چونکہ نستعلیق میں نوک پلک کا خاص لحاظ رکھنا پڑتا ہے اس لئے یہ حرف بہت جلد گھس جاتے ہیں۔ پھر جن اصحاب کو نستعلیق ٹائپ میں چھپی ہوئی کسی کتاب کے دیکھنے کا موقع ملا ہوگا

- ۱۵ راقم الحروف کے پاس نستعلیق ٹائپ کے ابتدائی دور کی دو کتابیں ہیں : —
- ۱۔ ”منتخب اللغات“، عربی فارسی، جو ۷ X ۱۱ کی تقطیع کے ۸۸۱ صفحوں پر فورٹ ولیم کالج پریس میں سنہ ۱۸۰۸ ع میں چھپی۔
  - ۲۔ لغت ”شمس البیان“، از مرزا جان طیش، جو ۸ X ۵ کی تقطیع کے ۳۷ صفحوں پر مطبع آفتاب عالم تاب، مرشد آباد، میں سنہ ۱۲۶۵ ھ مطابق سنہ ۱۸۴۸ ع میں طبع ہوئی۔ حیدر آباد سرکار نے نستعلیق ٹائپ کی ناکامی کا اظہار جریدہ حکومت سرکار عالی مورخہ ۲۳ شہریور سنہ ۱۳۴۹ ف جزو اول صفحہ ۱۲۶۹ میں کیا ہے۔

۱۶۔ ”نمونہ جات ٹائپ“، صفحہ ۱۸۔



وہ اس کا اندازہ کر سکیں گے کہ اگر نستعلیق تحریر میں جمالیاتی معیار ملحوظ ہے تو نستعلیق ٹائپ اس معیار پر پورا نہیں اترتا؛ اس لئے کہ ایک طرف تو اکثر حرفوں کو اپنی اصلی حالت میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور دوسری جانب ایسے الفاظ کی ہیئت بدلتی پڑتی ہے جو لیتھو میں اوپر سے نیچے لکھے جاتے ہیں، جیسے مچھر، نخچیر، محمد، وغیرہ۔ ان دونوں اصولوں کی آمیزش کی وجہ سے نستعلیق ٹائپ میں ایک طرح کا بھونڈا پن آجاتا ہے اور یہی سبب ہے کہ اردو کی جو تھوڑی بہت کتابیں آج کل ٹائپ میں چھپ رہی ہیں ان میں نسخ ٹائپ ہی کام میں لایا جاتا ہے۔

(ت) نسخ ٹائپ۔

نسخ ٹائپ کو اردو زبان میں رواج دینے کا سہرا سرسید احمد خان غفرلہ کے سر ہے۔ سرسید کے عقیدے محض نظریات پر مبنی نہیں تھے بلکہ وہ ایک خالص عملی انسان تھے۔ انہوں نے ابتدا ہی سے بھانپ لیا تھا کہ اردو کی ترقی میں لیتھو ہر قدم پر مانع ہو گا، چنانچہ جب انہوں نے اپنا پہلا اخبار ”موسومہ“ اخبار سین ٹی فک سوسائٹی،، ۳۰ مارچ سنہ ۱۸۶۶ ع کو نکالنا شروع کیا تو اسے نسخ ٹائپ میں چھاپا، اور اس سوسائٹی کی طرف سے جو ترجمے شائع ہوئے (جن میں شاید سب سے ضخیم ایل فنس ٹن کی تاریخ ہند کا ترجمہ ہے) ان میں سے اکثر ٹائپ ہی میں شائع ہوئے<sup>۱۷</sup>۔ نسخ ٹائپ اس وقت تمام عرب ممالک، ایران، افغانستان،

۱۷۔ ”تاریخ ہندوستان“، مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ پریس، علی گڑھ، ۱۸۶۷ ع۔ باریک

کاغذ پر نسخ ٹائپ کا چھاپا، دو جلد ۱۳۰۴ صفحے، تقطیع  $\frac{1}{4} \times 9 - 6$ ۔



اور ملایا میں عربی، فارسی، پشتو، ملائی اور خود ہندستان میں سندھی کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ ان زبانوں کا کوئی اخبار یا کوئی رسالہ یا کوئی کتاب لیتھو میں نہیں چھاپی جاتی<sup>۱۸</sup>۔ اس کے ٹائپ روپوں کی تعداد نستعلیق سے کم ہوتی ہے، چنانچہ جو ٹائپ حیدرآباد سنٹرل پریس نے تیار کیا اس کے ۱۰ پوائنٹ والے نسخہ میں (علاوہ اعراب و اوقاف کے) ۱۶۷ روپ، ۱۲ پوائنٹ والے میں ۲۷۴ روپ، ۱۶ پوائنٹ والے میں ۳۴۶ روپ، ۳۰ پوائنٹ والے میں ۴۰۰ روپ اور ۳۴ پوائنٹ والے میں ۳۰۶ روپ ہوتے ہیں<sup>۱۹</sup>۔ غالباً اسی آسانی کی وجہ سے خود ایران نے اپنے ایجاد کردہ نستعلیق کو خیر باد کہہ کر اپنی طباعت میں کلیۃً نسخہ کو رائج کر دیا ہے۔ اگر اردو میں اس ٹائپ کو کتابوں اور اخباروں کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا گیا تو ہمارے اخبار اور کتابیں زیادہ تعداد میں چھپ سکیں گی اور ان کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا؛ ساتھ ہی لا محالہ ان کی قیمت میں بھی بالآخر کمی ہو جائے گی، اور ہماری زبان مسابقت کے دنگل میں کسی دوسری زبان سے پیچھے نہ رہے گی۔

(ٹ) بعض دوسرے ٹائپ۔

علاوہ نستعلیق اور نسخہ ٹائپ کے، دکن میں دو تین نئے ٹائپ بھی ایجاد ہوئے جن میں یہ کوشش کی گئی کہ ٹائپ روپوں کی تعداد میں نسخہ سے بھی زیادہ کمی ہو جائے۔ دارالطبع حکومت حیدرآباد نے خط عثمانی ایجاد کیا جس میں ٹائپ ۱۸۔ ہندستان میں نہایت اعلیٰ معیار کی عربی کتابیں لیتھو میں چھپتی ہیں، مگر عربی ممالک میں انکی مانگ صرف اس لئے نہیں کہ ان کا چھاپا مصری یا بیرونی ٹائپ کے مقابلے میں نہایت گرا ہوا ہوتا ہے۔

۱۹۔ نہ نہ جات ٹائپ صفحہ ۱۸۔



روپ (علاوہ اعراب و اوقاف کے) صرف ۱۱۴ ہی رہ گئے۔ اس میں جو اصول مد نظر رکھا گیا وہ یہ کہ جہاں تک ہو سکے حروف کی شکل لفظ کے ہر مقام پر ایک ہی رہے اور بے کار شوشے وغیرہ حذف کر دئے جائیں۔ مثلاً ع ہر جگہ ایک ہی طرح لکھی جائے کہیں ع نہ بنے، ہ لفظ کے درمیان میں ہو یا آخر میں اس کی شکل ایک ہی رہے، م کا کسی دوسرے حرف سے اتصال ہو تو اس حرف میں بے کار شوشہ نہ لگایا جائے ۲۰۔

سنہ ۱۹۴۰ء میں جناب سجاد مرزا نے، جو اس وقت عثمانیہ ٹریننگ کالج کے پرنسپل تھے، جناب شیخ احمد حسین شاہ آبادی کی مدد سے اور صرف کثیر کے بعد اردو کا ”بنیادی ٹائپ“ ایجاد کیا اور اس کا فرما ٹائمز آف انڈیا پریس فاؤنڈری بمبئی میں ڈھلوا یا۔ اس ٹائپ کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کے حرف مل کر بھی بڑی حد تک اپنی اصلی شکل پر قائم رہتے ہیں اور اونچے نیچے نہیں ہوتے بلکہ ان کی کرسی ایک ہی رہتی ہے۔ اس کے جوڑ ایک ہی کرسی پر ملتے ہیں اور ہر حالت میں یکساں ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ (علاوہ اعداد، اوقاف اور اعراب کے) اس کے فرمے میں صرف ۶۸ ٹائپ روپ ہوتے ہیں۔ مثال کی طور پر پ کے لئے بجائے نسخ کے ۸ ٹائپ روپوں کے صرف ایک (پ) ٹائپ روپ ہے، خواہ وہ لفظ کے ابتدا میں آئے یا وسط میں یا آخر میں، اور یہی کیفیت پ، ت، ٹ، ث، ف، ک، گ، اس کے علاوہ س، ش، ص، ض، ق، ل، و، ی کے دو دو ٹائپ روپ اور باقی ماندہ حروف



کے تین تین ٹائپ روپ ہیں؛ صرف ن ہی ایسا حرف ہے جو بنیادی ٹائپ میں چار طرح چھاپا جاتا ہے ۲۱۔

افسوس ہے کہ باوجود ان آسانیوں کے نہ خط عثمانی مقبول ہوا نہ بنیادی ٹائپ۔ یہ دونوں ٹائپ زیادہ تر سرخیوں یا دعوتی کارڈوں کی چھپائی میں استعمال ہوتے ہیں اور بس۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نسخ ٹائپ سے تو ایک بڑی حد تک نگاہ مانوس ہے مگر بنیادی ٹائپ میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں مثلاً چھٹی مین ٹ کا ہی کے وسط میں ملنا (چھٹی) یا قلم میں آدھے ل کا م کے نیچے جا کر ملنا قلم یا ”تم“، میں اسی طرح پوری تم کا م کے نیچے جا کر ملنا تم اس سے آنکھوں پر زور پڑتا ہے اس لئے کہ جس جگہ پہلا حرف ملتا ہے وہ دوسرے حرف کی مرکزی علامت نہیں ہوتی بلکہ جوڑ کے بعد آنکھ کو اوپر اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ کیفیت د، ڈ، ذ، ر، ژ، ز، ط، ظ، ف، ل، م وغیرہ کی بھی ہے۔ علاوہ ازیں ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ ایک منحنی لکیر کے ذریعہ ملانے کے بجائے موٹی لکیر سے ملایا جاتا ہے جس کی وجہ سے نگاہ حرف کی بنیادی علامت پر نہیں جمی۔

۲۱۔ ”اردو رسم خط“، فاؤنٹ مقابل صفحہ ۲۴؛ مثالیں مقابل صفحہ ۲۵ واضح ہو کہ بنیادی اپی میں ب، پ، ت، اور اسی طرح کے دوسرے حرفوں کے دو دو ٹکڑے کر دے گئے ہیں؛ جوڑوں کے لئے صرف پہلا ٹکڑا استعمال ہوتا ہے، اور جب حرف لفظ کے آخر میں آئے تو اس میں دوسرے ٹکڑے کا اضافہ کر دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان حروف کے نقطے وسط میں نہیں رکھے گئے، بلکہ ہر حرف کے نصف اول کے اوپر یا نیچے رکھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر بتاریخ ۸ رمضان المبارک ۷۶ھ روز سہ شنبہ۔



## مروجہ خط کی خویان اور خرایان

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بنیادی خط میں طویل تحریر پڑھنے سے سر میں درد ہو جاتا ہے؛ ممکن ہے کہ یہ محض ذہنی تحریک کا نتیجہ ہو، لیکن یہ بھی امکان ہے کہ ہر حرف کے بعد اگلے حرف کی مرکزی علامت ڈھونڈنے کی وجہ سے نگاہ پر زور پڑتا ہو اور اس کا اثر دماغ پر پڑتا ہو۔ بہر حال بنیادی رسم خط زیادہ مقبول نہیں ہوا اور نہ مقبول ہونے کی امید ہے۔

(ث) مروجہ خط کی خویان اور خرایان۔

اردو زبان کے مروجہ اور غیر مروجہ ٹائپ کی شکلوں کے حسن و قبح پیش کردے گئے؛ اب یہاں ایک دوسرے پہلو سے اردو رسم خط کے افادی پہلو پر غور کرنا باقی ہے۔ یہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ گو ہماری زبان ہندستان کی ہر ریاست میں پھیلی ہوئی ہے، اور بعض ریاستوں کے تو بڑے بڑے شہروں اور رقبوں کی اکثریتی زبان ہے، تاہم سوائے کشمیر کے اسے کسی ریاست کی علاقائی زبان نہیں قرار دیا گیا۔ ریاستی تنظیم کے بعد اقلیتی زبان والوں کو اپنی مادری زبان میں صرف ابتدائی تعلیم کی ضمانت دی گئی ہے۔ ہمارے اُسے تنازع للبقا دوسری زبانوں سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ ملک بھر میں یہ اکثریت کی زبان ہو یا نہ ہو، اب تو ہر ریاست میں یہ اقلیت کی زبان بن گئی ہے، اور ان لوگوں کو جن کی یہ مادری زبان ہے آئندہ قدم قدم پر رکاوٹیں ہی رکاوٹیں نظر آتی ہیں۔ محض اس لئے کہ ہمارے دستور کے آٹھویں شیڈیول میں اس کا ذکر ہے یا ہندستان کے نوٹوں پر اس زبان میں بھی نوٹوں کی قیمت چھپی ہوئی ہے ہمیں کسی قسم کی خود فریبی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ وہ شخص یا جماعت ہرگز دور اندیش نہیں سمجھی جاسکتی جو خود اپنے نقائص کو نہ پہچانتی ہو اور



انہیں دور کرنے کی کوشش نہ کرتی ہو۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی زبان کے  
تفرد کو قائم رکھیں مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ اس  
کی توسیع بلکہ اس کی بقا کے راستے میں کیا کیا مشکلات اور دقتیں حائل ہیں  
اور اس کے رسم خط میں ایسی کونسی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے دوسروں  
میں کیا خود ہمارے ہی بچوں اور بڑوں میں اسے اتنی آسانی سے رواج نہیں دیا  
جاسکتا جیسے دوسری زبانوں کو رواج دیا جاسکتا ہے۔ محض اصطلاحات کو  
آسان کرنے یا زبان میں پہلے سے زیادہ لوچ پیدا کرنے یا حکمیاتی اور دوسری  
کتابیں لکھوانے سے اس وقت تک کام نہیں چلے گا جب تک اس کے مروجہ  
رسم خط پر غائر نظر نہ ڈالی جائے اور اسے حقیقی اعتبار سے ”جنتا لی“ نہ  
بنادیا جائے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ جب تک کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں اس وقت تک  
ہمارا نستعلیق ہی نہیں بلکہ اس کی ایک اعتبار سے اصلاح شدہ صورت یعنی شکست  
کا بھی دوسرا کوئی خط مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، یہاں تک کہ بعض خالص ہندی  
کتابیں بھی اردو لی ہی میں لکھی جاتی تھیں۔<sup>۲۲</sup> اردو لی میں صرف ۳۶  
حروف ہیں جن میں سے تین حروف علت ہیں اور باقی ۳۲ میں سے دس عربی  
مخارج ادا کرنے کے لئے ہیں، باقی ۱۹ حروف اور زبر، زیر، پیش سے تمام ہندی  
الفاظ لکھے جاسکتے ہیں۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس رسم خط کو ایک نوع  
سے بین قومی مرتبہ حاصل ہے، اس لئے کہ مرا کو سے ملایا تک یہ پھیلا ہوا ہے

۲۲ - مثال کے لئے دیکھئے ”اردو زبان اور اس کا رسم خط“ مولفہ سید مسعود حسین

رضوی ادیب، صفحہ ۴۰۔



## مروجہ خط کی خویان اور خرایان

اور اسے کم و بیش بیس کروڑ افراد اپنی اپنی مادری زبانوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اپنے بچوں کو اس رسم خط کے ذریعہ سے اردو سکھانے کا تھوڑا بہت تجربہ ہے انہیں اس بات کا اندازہ ہو گا کہ بچے کس دقت اور پریشانی سے یہ ا، ب، ت، سیکھتے ہیں؛ اس کے برعکس انہیں بچوں کو جن کی مادری زبان اردو ہے انہیں کو کس آسانی سے تلنگی جیسی غیر مانوس لپی لکھنی پڑھنی آجاتی ہے۔ باوجود سنیکتا کشرون کے اس لپی میں وہ پیچیدگی نہیں جو اردو رسم خط میں ہے، اور جہاں بچے انگریزی اور تلنگی چند ہی دن میں پڑھنے لکھنے لگتے ہیں وہاں مروجہ اردو رسم خط پر عبور ہونے کے لئے انہیں ہفتوں بلکہ مہینوں درکار ہوتے ہیں۔ اس کے کئی اسباب ہیں؛ اردو میں ایک ہی لفظ چار چار پانچ پانچ طرح پڑھا جاسکتا ہے اور تا وقتیکہ کوئی شخص کسی لفظ سے پہلے سے واقف نہ ہو اسے صحیح طور پر ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اعراب تو لگائے ہی نہیں جاتے اور لگائے بھی جائیں تو معروف اور مجہول کی پہچان آسان نہ ہوگی، اور بالکل صحیح تلفظ کا تو صرف اس وقت پتہ لگے گا جب اس لفظ کا پہلے سے علم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نوآموزوں کو اردو لکھنے اور پڑھنے کی حقیقی استعداد اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ان کی لغت کافی ترقی نہ کر جائے۔ محض حرف شناسی سے کوئی بھی اردو لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ جیسا اوپر بھی اشارہ کیا گیا ہے، ایک ایک حرف کی دو دو تین تین شکلیں ہیں۔ ب، پ، ت، ٹ، ث، کی تو آٹھ آٹھ شکلیں ممکن ہیں اور ان میں سے بعض ایک دوسرے سے اتنی مغائر ہیں کہ ان میں سوائے نقطے کے کوئی تعلق نہیں نظر آتا۔ بعض حرف لفظ کی ابتدا میں آئیں تو ایک طرح، بیچ میں آئیں



تو دوسری طرح ، آخر میں تیسری طرح ، اور غیر مدغم حالت میں چوتھی طرح لکھیے جاتے ہیں۔ ایک ایک حرف کی کئی کئی شکلیں ہونے کی وجہ سے حروف کے کم و بیش چار سو مجموعے بن گئے ہیں جن پر نو آموز کو عبور آسان نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چونکہ اردو رسم خط میں جو اعراب محذوف ہوتے ہیں وہ زیادہ تر عربی ، فارسی اور ہندی الفاظ کو ادا کرنے کے لئے وضع کئے گئے تھے ، اس لئے اگر سائنس یا اعلیٰ ادب کی کسی کتاب میں غیر مانوس اجنبی نام آئیں تو انہیں کسی اعتبار سے صحت کے ساتھ اردو رسم خط میں ادا نہیں کیا جاسکتا اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوتا کہ ہم ایسے ناموں کو رومن رسم خط میں لکھیں۔ ہمارا نستعلیق رسم خط ہی نہیں بلکہ نسخ بھی اس سے عاری ہے کہ غیر ملک کے کسی شہرت یافتہ شخص کا نام پوری نہیں تو تھوڑی بہت صحت کے ساتھ بھی ادا کرے ، اور ہم عربی یا فارسی زبان کی کوئی بھی معیاری کتاب اٹھا کر دیکھیں تو اس میں یہ الزام دیکھیں گے کہ جو بھی اجنبی اعلام آئیں انہیں خواہ نسخ میں لکھا جائے یا نہیں ، رومن حروف میں ضرور لکھ دیا جائے گا۔

### رومن حروف

یہی وہ دقتیں ہیں جن کے باعث بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تاوقتیکہ رومن حروف تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ اردو میں رائج نہیں کئے جائیں گے اردو کو وہ پہلاؤ حاصل نہیں ہوگا جو اس کے لئے ضروری ہے اور جس کی وہ مستحق ہے۔ یوں تو یہ تحریک تقریباً ڈیڑھ صدی سے برابر جاری ہے اور اس مدت میں اردو کو رومن قالب میں ڈالنے کی بہت سی کوششیں کی گئی ہیں۔ اخبار ،



رسالے، کتابیں اس رسم خط میں چھپی ہیں، آزادی سے پہلے ہی نہیں بلکہ آزادی کے بعد بھی اردو فوجیوں کو جو لازمی مضمون کی طور پر سکھائی جاتی تھی وہ اسی رسم خط میں سکھائی جاتی تھی<sup>۲۲</sup>۔ خود قاضی عبد الغفار صاحب مرحوم سکرٹری انجمن ترقی اردو (ہند) یہ چاہتے تھے کہ موجودہ اردو رسم خط کے ساتھ ساتھ رومن رسم خط کو بھی آہستہ آہستہ رواج دیا جائے۔ یہی محرکات تھے جن کی وجہ سے سنہ ۱۹۵۰ع میں انجمن ترقی اردو (حیدر آباد) نے ایک کمیٹی اس غرض سے بنائی کہ رومن لی مین ادھر ادھر ترمیم کرے اور اردو تلفظ کے لئے صحیح علامات کی ایک اسکیم مرتب کرے۔ جو اسکیم آخر کار مرتب ہوئی اس کی تمہید میں جناب حبیب الرحمن معتمد انجمن لکھتے ہیں:-

”اردو زبان کا اصلی اور مستقل رسم خط تو وہی ہے اور رہے گا جو ابتدا سے چلا آ رہا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ واقعہ بھی ہے کہ دیس کے اندر ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو دلچسپی کے باوجود اجنبی رسم خط کے باعث اردو سے ناواقف رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی زبان ان تک پہنچانا چاہیں تو اس اردو رسم خط کے ذریعہ نہیں پہنچا سکتے۔ ان لوگوں کے لئے رومن لکھاوٹ زیادہ موزون اور سہل ثابت ہوگی۔۔۔۔۔ آبادی کے ایسے تمام طبقوں میں اردو زبان اور لٹریچر کو مقبول بنانے کے لئے رومن لکھاوٹ کا استعمال

۲۳- دیکھئے

C. L. Vasudeva, Alphabetical Charts for Army Instructors 1949.

C. L. Vasudeva, Hindustani for Indian Army Recruits Test, Book. I

یہ دونوں کتابیں ۱۹۴۹ء میں چھپی ہیں اور جنرل کاریا پا کے نام پر معنون ہیں۔



ناگزیر ہے۔ مزید برآں جو غیر ملکی اشخاص ہندوستان کی عام بول چال کی زبان یعنی اردو سیکھنا چاہیں ان کے لئے بھی آسانی اس میں ہے کہ انہیں رومن حروف میں یہ زبان سکھائی جائے کیونکہ وہ پہلے سے ان حروف کو جانتے ہیں اور نئے حروف سیکھنے پر اپنی ساری توجہ صرف یہ زبان سیکھنے پر صرف کر سکتے ہیں۔ بہر حال خاص خاص اغراض کے لئے رومن رسم خط کو اپنانے میں نہ صرف یہ کہ کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ وہ اردو زبان کو پہیلانے کے طریقوں میں سے ایک اہم طریقہ ہے۔ ۲۴

اس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ گو موجودہ رسم خط کو انجمن ترقی اردو حیدر آباد کی تائید حاصل ہے تاہم وہ اس رسم خط کو دقت طلب تصور کرتی ہے اور اس کے مقابل رومن رسم خط کو نسبتاً آسان سمجھتی ہے۔ دوسرے اس کی دانست میں اردو زبان کے توسیع کے اغراض کے لئے یہ ضروری ہے کہ اردو مخارج اور اس کی ہیئت کو مد نظر رکھ کر رومن اردو رسم خط ترتیب دیا جائے تاکہ » اردو زبان کی جتنی کتابیں رومن حروف میں شائع ہوں وہ اس معیاری رسم خط کے مطابق شائع ہونے لگیں « ۲۵ یہاں ظاہر کرنا ضروری ہے کہ جو رسم خط دنیا کی کم و بیش ساٹھ زبانوں نے اپنا لیا ہے اور جس کے ذریعہ سے ان تمام زبانوں کے مخارج صحت کے ساتھ

۲۴۔ ”اردو کے لئے رومن رسم خط“، شائع کردہ انجمن ترقی اردو حیدر آباد،

۱۹۵۰ء صفحہ ۱ و ۲۔

۲۵۔ ایضاً صفحہ ۴۔



## رومن حروف

ادا ہو جاتے ہیں وہ قدیم لاطینی رسم خط نہیں بلکہ اس کی ایک ارتقا شدہ شکل ہے۔ پندرہویں صدی تک قدیم لاطینی رسم خط میں بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی؛ اس میں نقطوں کا اضافہ ہو گیا تھا، اوقاف قرات بھی ایک حد معین ہو چکے تھے، لیکن اس نے جو شکل اختیار کر لی تھی وہ ”قوطی“ رسم خط تھا جو اردو نستعلیق کی طرح نوک پلک کی بہتات کے باعث نہایت پیچیدہ بن گیا تھا۔ جب یورپ میں چھاپے کا رواج ہوا تو یہ ناممکن ہو گیا کہ اس کی اعلیٰ صنعت کاری کو لوہے یا سیسے کی حرکت پذیر حروف میں مقید کیا جاسکے۔ یہی وہ مجبوری تھی جس کی وجہ سے دو طرح کے سادہ حروف کی ایجاد ہوئی ایک کھڑے حروف جنہیں ”رومن“ کہنے لگے اور دوسرے ترچھے حروف جنہیں ”اٹالک“، یا اطالوی کا نام دیا گیا۔ ان حروف کے اختراع کا سہرا اٹلی کے ایک باشندے کے سر ہے جس کا نام نکولونکولی تھا دنیا کی ان زبانوں کو جنہوں نے اس کے ایجاد کردہ سیدھے سادھے رومن حروف کو نکالا ہے اس کا ہمیشہ مرہون منت رہنا چاہئے اس لئے کہ اگر نوک پلک والے قوطی حروف قائم رہتے تو طباعت کو بہت کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، جس سے شاید ان زبانوں کی ترقی رک جاتی۔<sup>۲۶</sup>

۲۶۔ ”قوطی“ یا Gothic حروف وہی ہیں جن میں انگریزی زبان کے اکثر اخباروں کے نام پہلے صفحے پر چھپتے ہیں۔ نکولونکولی کی اختراع کے لئے دیکھئے۔

Encyclopaedia Brittanica جلد ۱۸ صفحہ ۵۰۸۔ نئے چین میں یہ تحریک بڑے

زور سے پھیل رہی ہے کہ چینی زبان کے لئے رومن خط کا استعمال شروع کیا جائے دیکھئے لندن ٹائمز کا مضمون Simon, New Official Chinese Latin Script لندن سنہ ۱۹۲۲ء نیز دیکھئے

Chinese Language in Latin Script جسے اسٹیشنرین، نئی

دہلی نے ۶ مئی سنہ ۱۹۵۶ء کو نقل کیا ہے۔



ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو لوگ رومن حروف کو اردو میں رواج دینے کے حامی ہیں انہیں انگریزی مخارج سے کوئی سروکار نہیں۔ رومن رسم خط میں یہ لچک پائی جاتی ہے کہ جو قوم اسے اختیار کرتی ہے وہ اس کا بن جاتا ہے۔ فرانس میں فرانسیسی، انگلستان میں انگریزی، ویلز میں ویلزی، جرمن میں جرمنی، اٹلی میں اطالوی کہلایا جاتا ہے، اور جب وہ ہنگری، ترکی اور انڈونیشیا پہنچتا ہے تو اس میں چند شوشون اور اشاروں کی مدد سے ان ملکوں کی خالص غیر یورپی زبانوں کے مخرجوں اور آوازوں کو ظاہر کرنے کی بھی پوری صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے یہ استدلال سراسر غلط ہے کہ اردو میں رومن حروف رائج کئے جائیں تو لامحالہ انگریزی تلفظ کا اتباع کرنا پڑے گا؛ اس لئے کہ ساٹھہ باسٹھہ قوموں نے رومن رسم خط اختیار کیا ہے لیکن انگریزی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ایسا نہیں ہے کہ Put کا u تو پیش کی آواز دے اور But کا u زبر کی آواز دے۔ انگریزی میں د اور ت کے مخارج کا پتہ نہیں اور d اور t اس زبان میں ڈ اور ٹ کو ظاہر کرتی ہیں، مگر اٹلی، اسپین اور پرتگال میں یہ خالص د اور ت بن جاتی ہیں۔ اسی طرح ch کا تلفظ انگریزی میں چ کا ہے تو یہ فرانسیسی میں ش، جرمن اور اسکاچ میں خ، اطالوی میں ک، ہو جاتا ہے، اور یہی وہ بست و کشاد ہے جس کی وجہ سے یہ لپی ہر زبان میں اور ہر زبان اس لپی میں گویا کھپ جاتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ ج کی آواز حجاز میں ج کی اور مصر میں گ کی ہو جاتی ہے، اور گو موجودہ عربی زبان کا مخرج اور منبع حجاز ہے تاہم اس ملک کے باشندے ث کا تلفظ ت اور ق کا تلفظ گ کرتے ہیں۔ ہنگریوں، ترکوں اور انڈونیشیوں نے جن رومن حروف کو اختیار کیا تو انہوں نے بعض حروف میں



چند علامتوں کا اضافہ کر کے انہیں اپنی اپنی زبان کے آوازوں کے لئے مقرر کر لیا۔ مثلاً ترکوں نے ج کے لئے c اور چ کے لئے c رکھے، s س ہی رہنے دیا، ش کے لئے اس کے نیچے ایک شوشا لگا کر اسے s کر دیا۔ اسی طرح g کو گ اور g کو غ کے لئے قرار دیا گیا۔ یہ استدلال صحیح نہیں کہ رومن رسم خط اختیار کرنے سے ہماری زبان کے لب و لہجے میں فرق آجائے گا اس لئے کہ حروف اصولاً اصوات کے تابع ہوتے ہیں نہ کہ اصوات حروف کے۔ ہم اردو میں ص یا ط لکھتے ہیں تو اس کا تلفظ عربوں کی طرح پر کر کے نہیں کرتے اور جب دو ما،، کا لفظ لکھتے ہیں تو اس کا تلفظ ایرانیوں کی طرح دو مو،، نہیں کرتے۔ رومن حرف اردو میں رائج کئے جائیں گے تو اس کی علامتیں خواہ حروف صحیح ہوں یا حروف علت، وہ ہمارے تلفظ کو ادا کریں گے نہ کہ انگریزی یا فرانسیسی تلفظ کو۔ رومن رسم خط اختیار کرنے سے نہ ترکی زبان بگڑی نہ ترکی مخارج نہ ترکی لہجہ، گو یہ ضرور ہے کہ چھاپے میں بجائے ۶۷۱ ٹائپ روپ کے صرف ۳۲ بڑے اور اتنے ہی چھوٹے حرف کے روپ رہ گئے اور اعداد و اوقاف ملا لئے جائیں تو ترکی پریس کو صرف ۱۰۰ شکلوں سے واسطہ رہ جائیگا۔<sup>۲۷</sup> اگر ترک بڑے حروف ہی ختم کر دیتے (جیسا خود انگریزی کے ترقی پسند شعرا نے شروع کر دیا ہے) تو ٹائپ روپوں کی تعداد اور غلطیوں کے امکانات اور بھی کم ہو جاتے۔ جہان تک تحریر کا تعلق ہے اس میں اتنی آسانی اور

۲۷۔ اس عظیم الشان تبدیلی کا نمونہ ترکی کتاب Tarih, IV مطبوعہ Devlet Matbaasi استنبول، ۱۹۳۴ ع صفحہ ۲۶۰ و ۲۶۱ پر نظر آئے گا، جہاں دونوں طرح فاونٹ ایک دوسرے کے مقابل دکھائے گئے ہیں۔



سادگی پیدا ہو گئی کہ چند ہی سال میں تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی۔ اگر ہم نے رومن حروف کو اپنے ضرورت کے لئے اپنایا تو اس کے ہرگز یہ معنی نہ ہون گے کہ ہم وہی تلفظ اختیار کریں جو انگریزی زبان کا ہے؛ اس کے باعث نہ تو ہماری زبان کے تلفظ یا لہجے میں ذرا بھی فرق آئے گا نہ اردو کی لغت میں کسی نوع کی تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔ ترکوں نے ابتدا میں یہ کوشش کی تھی کہ قدیم ترکی رسم خط کے ساتھ فارسی، عربی لفظوں کو بھی اپنی زبان سے نکال دیں، لیکن اس میں سخت ناکامی ہوئی اور آج بھی ان کتابوں میں جو رسم خط کی تبدیلی کے بعد چھاپی گئی ہیں بعض خالص عربی کے الفاظ ملتے ہیں۔ جیسے *sihhat* (صحت)، *Ictima' i muavenet* (اجتماعی معاونت)، *milli mudafaa* (ملی مدافعہ)، *devlet* (دولت)، *nizam nameh* (نظام نامہ)، *inkilap* (انقلاب)، *islahat* (اصلاحات)، *istikalal harbi* (استقلال حربی)، *cumhuriyet* (جمہوریت)، *ticarat* (تجارت)، وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض کتابوں کا ایک ایک صفحہ ۴۰، ۴۰، ۵۰، ۵۰ ایسے لفظوں سے بھرا پڑا ہے۔<sup>۲۸</sup>

۲۸۔ یہ چند الفاظ کتاب *Tarih IV* کی ورق گردانی کرتے ہوئے سامنے آ گئے۔ یہ کتاب خود اتا ترک مرحوم کی نگرانی میں شائع ہوئی اور ۱۹۲۸ ع میں جب راقم الحروف ترکی میں تھا تو وہاں کے میٹرک کے نصاب میں شامل تھی۔ کتاب بے شمار عربی الفاظ سے بھری ہوئی ہے لیکن ہجے خالص صوتی اعتبار سے کئے گئے ہیں۔ مال کے طور پر، چونکہ ترکی بول چال میں خ کی آواز ح کی ہوتی ہے اس لئے خ کے لئے کسی رومن حرف کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس طرح لفظ کے آخر میں ب آئے تو اس کا تلفظ پ کیا جاتا ہے اور ق ہیشہ ک کی آواز دیتا ہے۔ لیکن یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ قرآن مجید کو نئی ترکی میں چھاپا گیا تو اس میں یہ التزام رکھا گیا کہ جتنے =



رسم خط کی تبدیلی کی بنا پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہزارہا کتابیں جواب تک لکھی جا چکی ہیں وہ بیکار اور رفتہ رفتہ مفقود ہو جائیں گی۔ پھر اردو رسم خط کے کل کتابی ذخیرے کو اردو میں منتقل کرنا محال ہے۔<sup>۲۹</sup> اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ کم سے کم فی الحال تو رومن رسم خط کو صرف سائنسی اور بلند پایہ چیدہ ادبی کتابوں کے لئے استعمال کرنے کی تجویز ہے؛ ”کل کتابی ذخیرے“ کو کسی دوسرے رسم خط میں منتقل کرنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ ”کل کتابی ذخیرے“ میں تو رطب و یابس، اچھی بری سب ہی کتابیں آجائیں گی، اور بعض ایسی بھی ہوں گی جو نہ لکھی جاتیں تو اچھا ہوتا۔ جو تحریک ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ رومن کو بعض خاص اغراض کے لئے اردو کا رسم خط قرار دیا جائے نہ یہ کہ موجودہ رسم خط کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے۔ یہاں ایک چشم دید واقعے کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اکثر اصحاب کو اس کا علم ہے کہ ترکی میں نسخ رسم خط کو سنہ ۱۹۳۲ ع میں حکماً ختم کر دیا گیا اور چند ہی سال کے بعد اسے حرف غلط کی طرح نابود کر دیا گیا، بلکہ اس خوف سے کہ کہیں نسخ دوبارہ عود نہ کر آئے خود عربی زبان کو بھی مدرسوں سے نکال دیا گیا۔ نسخ کی جگہ ”ینی ترکیچہ“، یعنی نئے ترکی خط کو جو رومن پر مبنی تھا حکماً رائج کر دیا گیا۔ جولائی سنہ ۱۹۳۸ ع میں راقم الحروف تین

= بھی عربی حروف میں سے ہر ایک کے لئے جدا گانہ علامت ہوتا کہ قرأت میں کسی طرح کی غلطی کا امکان نہ ہو ”ینی ترکیچہ“، یعنی نئے ترکی رسم خط کے لئے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب ”یورپ جنگ سے پہلے“ باب ۳ (الف) صفحہ ۴۱ تا ۴۸۔

۲۹۔ مسعود حسین رضوی ادیب؛ ”اردو زبان اور اس کا رسم خط“، صفحہ ۶۳۔



ہفتہ کے لئے استنبول گیا ہوا تھا اور وہاں کے یونیورسٹی کتاب خانے کو ہر روز مطالعے کے لئے جاتا تھا؛ یونیورسٹی کی تعطیلاتیں تھیں اور خیال تھا کہ مطالعہ خانہ میں زیادہ بھیڑ نہ ہو گی۔ پہلے دن کتب خانہ کھلنے سے پانچ منٹ بعد پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ ایک ایک کرسی بھری ہوئی ہے اور نو عمر ترک اور ترکین نسخ میں لکھی ہوئی کتابوں پر اپنی آنکھیں جمائے بیٹھی ہیں اور ان کتابوں کو ”تسے ترکی حروف“، میں منتقل کر رہی ہیں۔ پہلے دن مجھے بے نیل و مرام اپنے دوئل واپس آنا پڑا اور دوسرے دن کتب خانہ دار صاحب کی ہدایت کے بموجب وقت سے پانچ منٹ پہلے ہی پہنچ گیا تاکہ کوئی ایک کرسی گھیر لوں۔ یہ کیفیت میں نے استنبول کے اکثر بڑے بڑے کتب خانوں میں دیکھی۔ پھر اہم ترکی کتابوں پر کیا موقوف، ایسی غیر زبانوں کی کتابوں کو بھی، جیسے مثنوی مولانا روم ہے، رومن حروف میں منتقل کر دیا گیا ہے اور نہایت دیدہ زیب طور پر چھپو ا دیا گیا ہے۔ عربی زبان کے مخارج اور اصوات کے اظہار کے لئے نئی علامتیں اور شوشے اختراع کئے گئے ہیں اور پورا عربی قرآن مجید نئے رسم خط میں چھپوایا گیا ہے تاکہ ترکوں کو عربی رسم خط نہ جاننے سے کسی قسم کی ذہنی تکلیف نہ ہو۔ اب بیس بائیس برس کے بعد جب رومن حروف کا ترکی زبان میں پوری طور پر امتزاج ہو گیا اور قوم کو اپنی زبان کی حد تک عربی زبان کے احیاء کا خوف نہیں رہا تو مدارس میں عربی زبان کی تعلیم پھر شروع کر دی گئی ہے۔ اردو کو رومن حروف کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے متعدد اسکیمیں بنائی گئیں۔ شاید سب سے مکمل اور سائین ٹی فک وہ اسکیم ہے جس پر لندن کی رائل ایشیائٹک سوسائٹی عمل کرتی ہے اور جو عربی، فارسی، قدیم ترکی، اردو، پشتو،



سندھی، ملائی اور دوسری ایشیائی زبانوں پر حاوی ہے۔ مگر یہ اسکیم بہت پیچیدہ ہے ڈاکٹر مسعود حسین خان نے، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر ہیں اپنے کتابچہ *Phonetic and Phonological of words in Urdu* میں ایک حد تک اس اسکیم پر عمل کیا ہے<sup>۳۰</sup> ہمیں تو صرف اردو کے لئے آسان سے آسان حروف اختراع کرنے پڑیں گے اس لئے کہ موجودہ پیچیدگی کے بدل کے طور پر ایک دوسرا پیچیدہ خط اختیار کرنا کچھ بے معنی سا ہو جاتا ہے۔ ترکوں نے سمجھ کر نکال دیا جن سے ترکی کے کسی مخرج کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ جیسے ایسے حروف کو بے ضرورت 'X'، 'Y'، 'Z' اور چ، غ وغیرہ کے لئے حروف علت پر چند علامتوں کا اضافہ کر دیا ہمیں۔ اپنے مخرج کے اعتبار سے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ خود انجمن ترقی اردو (حیدر آباد) نے سنہ ۱۹۵۰ء میں جو اسکیم مرتب کی تھی اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ رومن اردو میں حروف کی شکلیں کم سے کم ہوں اور جہاں تک ہو سکے کسی ایک مخرج کے لئے دو حرف استعمال نہ کئے جائیں، چنانچہ ش کے لئے 's'، غ کے لئے 'g'، ژ کے لئے 'z'، ٹ کے لئے 'c'، خ کے لئے 'x' کی سفارش کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس میں اس بات پر بھی زور دیا تھا کہ ہمیں مکمل اوقاف قرأت وضع کرنے چاہیں اور ان کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے، ورنہ عبارت کا مطلب بعض مرتبہ خبط ہو جاتا ہے۔ انجمن کو اس بات کا احساس تھا کہ یہ اسکیم حرف آخر نہیں ہو سکتی

۳۰۔ یہ کتابچہ ستمبر ۱۹۵۲ء میں علی گڑھ میں طبع ہوا ہے۔ اس میں منجملہ دوسری علامات کے زبر کے لئے 'e' (ا)، نون غنہ کے لئے 'u' (۸)، پیش کے لئے 'w'، متحرک و کے لئے 'v' اور ایسے ہی دوسرے تصرفات کی وجہ سے کافی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔



اور اس نے ارباب اردو اور بعض اداروں سے اس کی بابت رائے طلب کی تھی؛ اس کے بعد نہیں معلوم کہ اس اسکیم کا کیا حشر ہوا اور کس کس مقام سے کتنی رائیں آئیں۔

### سفارشون کا لب لباب

اس مضمون میں جو سفارشیں کی گئی ہیں ان کا لب لباب یہ ہے :-

(۱) اردو زبان کی بقا کے لئے یہ لازم ہے کہ لیتھو کو فوراً خیر باد کہا جائے اور اخبار ہون یا کتابیں، کسی کو لیتھو میں طبع نہ کیا جائے۔

(۲) اردو کے لئے دیوناگری اپی استعمال نہ کی جائے۔

(۳) چھپوائی کے لئے نستعلیق نہایت پیچیدہ ثابت ہوگا اور ٹائپ روپوں کی تعداد کی وجہ سے اس میں بڑی دقت پیش آئے گی، اس لئے اس کا خیال چھوڑ دیا جائے۔

(۴) نسخہ ٹائپ جو مرا کو سے ملایا تک پھیلا ہوا ہے اور جس میں ہمارے ذیلی براعظم میں سندھی اور پشتو کی کتابیں، اخبار اور رسالے چھپے ہیں اسے اردو کے لئے فوراً رواج دیا جائے۔

(۵) سائنس اور اعلیٰ ادب کی کتابوں کی طباعت اصلاح شدہ اردو خط میں کی جائے اور اس کے لئے ایک متفقہ اسکیم مرتب کی جائے جسے کل ہند اساس پر ماہروں کی ایک کمیٹی تیار کرے۔ نیز اردو کو بیرون ہند اور خود ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے باشندوں کو روشناس کرانے کے لئے اردو ادب کی چیدہ چیدہ کتابیں اس اصلاح شدہ رو میں اردو اپی میں منتقل کر کے طبع کرائی جائیں۔



## باب - ۲

### رومن لی

—:O:—

( اس رسالے کے پہلے باب میں ہم نے اردو زبان کے لئے رومن لی کو جزوی طور پر اختیار کرنے کے مسئلے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس باب میں یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی کہ کوئی رسم خط کسی زبان سے وابستہ نہیں ہوتا، اور یہ ممکن ہے کہ صدیاں گزرنے پر بھی زبان کا ڈھانچا ایک سا رہے مگر رسم خط میں ایک بار نہیں بلکہ کئی مرتبہ تبدیلی ہو جائے۔ نیز رومن لی کی خصوصیات اور پھیلاؤ پر بھی غور کیا جائیگا )

جب سے ہمارا ملک انگریزی زبان سے دوچار ہوا ہے اس وقت سے اردو زبان کے لئے رومن رسم خط اختیار کرنے کا مسئلہ اس زبان کے بولنے والوں کے پیش نظر رہا ہے اور ہندستان و انگلستان کے باہمی تعلق کے گویا ابتدائی زمانے ہی سے اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ پرانے اردو رسم خط کے ہوتے ہوئے اس زبان کو رومن حرفوں کے سانچے میں بھی ڈھالا جائے تا کہ وہ غیر قومیں ہی نہیں جو باہر سے ہندستان میں آئی ہیں، بلکہ خود وہ ہندستانی بھی جن کی مادری زبانوں کی لپیاں اردو رسم خط سے مختلف ہیں، ہماری زبان کو نسبتاً آسانی سے پڑھ لکھ سکیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے رومن حرفوں کی ماہیت اور اس کے پھیلاؤ کے اسباب پر غور کرنا ضروری ہے؛ اس کے بعد ہی یہ سوچا جاسکتا ہے کہ اردو کو رومن میں لکھنے کی تحریک کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہے، اس کے عام طور پر اختیار کرنے میں کیا رکاوٹیں ہیں اور آئندہ اس بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرنا مناسب ہوگا۔



## رسم خط کے اسلوب میں تبدیلیاں

ہر شخص کو اس کا علم ہوگا کہ کوئی خاص رسم خط کسی زبان کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتا، اور آج کل تو یہ خیال عام ہوتا جا رہا ہے کہ وسط ایشیا سے لے کر مغربی ملکوں تک جتنے بھی رسم خط ہیں وہ سب ایک ہی اصل سے نکلے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایک ہی رسم خط کی شکل و صورت امتداد زمانے سے ایسی بدل جاتی ہے کہ اگر کسی شخص کو اس زبان کے قدیم رسم خط سے واقفیت نہیں تو وہ اس زبان کا کتنا ہی ماہر کیون نہ ہو یہ پرانی تحریر نہیں پڑھ سکتا۔ مثلاً عربی ہی کو لیجئے۔ عربی زبان کم از کم ادبی عربی میں پچھلے تیرہ چودہ سو سال سے کوئی بدیہی فرق نہیں ہوا، اور آج بھی وہی عربی لکھی پڑھی جاتی ہے جس کا معیار آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے خدا کے کلام کے ذریعہ قائم ہوا تھا۔ لیکن عربی زبان کے علما کے ان مراسلون کا پڑھنا جو رسول اکرم صلعم نے نجاشی والی حبش یا مقوقس والی مصر کے نام ارسال فرمائے، اس وقت تک ناممکن ہے جب تک وہ اس زمانے کی تحریر کے اسلوب سے واقف نہ ہو جائیں۔ اسی طرح زنجبار کی بعض مسجدوں اور اسپین کی بعض عمارتوں پر یہی عربی زبان کو فی رسم خط میں لکھی ملے گی اور بغیر اس اسلوب سے پوری واقفیت کے انہیں پڑھنا تقریباً ناممکن ہے۔<sup>۱</sup> چند سال پہلے حیدرآباد کے دفتر دیوانی، ملکی و مال

۱۔ اس کے لئے دیکھئے منجملہ دوسری کتابوں کے Bodmar, The Loom of

Language باب ۲۔

۲۔ رسول اکرم صلعم نے جو مراسلہ مقوقس کے نام بھیجا اس کا چربہ سجاد مرزا صاحب کی کتاب ”اردو رسم خط“ کے صفحہ ۶ کے مقابل درج ہے۔ کو فی خط کے متعلق دیکھئے

Encyclopaedia of Islam جلد ۱، صفحہ ۳۸۴-۲۸۵۔



## لہجے میں اتار چڑھاؤ

کی طرف سے شاہ جہان بادشاہ کے زمانے کے بعض کاغذات کے چربے اور ان پر یادداشتیں ایک ضخیم کتاب کی شکل میں شائع ہوئی تھیں جنہیں ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب نے نہایت محنت اور جاں فشانی سے تیار کیا تھا ۳۔ اس کتاب میں جن تحریروں کے چربے شامل ہیں وہ زیادہ سے زیادہ تین ساڑھے تین سو برس پرانے ہیں؛ لیکن جن اصحاب نے اس کتاب پر نظر ڈالی ہوگی یا دفتر دیوانی میں اصلی تحریریں دیکھی ہوں گی انہیں یقیناً محسوس ہوا ہوگا کہ آج کل کی فارسی املا اور اس زمانے کی فارسی لکھاوٹ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ خود انگریزی کو لیجئے جس سے آج کل کے زمانے میں ہر پڑھا لکھا تھوڑا بہت واقف ہے۔ جن اصحاب نے آج سے چار پانچ سو برس پہلے کے ان مراسلوں اور دستاویزوں کو دیکھا ہے جو برٹش میوزیم اور لندن کے امپریل ریکارڈ آفس میں رکھے ہیں وہ اس کی داد دین گے کہ اس چار پانچ سو برس میں انگریزی لکھاوٹ کا طرز بالکل بدل گیا ہے۔ ان سے اور اسی قسم کی دوسری مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بالفرض کسی زبان کا رسم خط اصلاً نہیں بدلتا تو یہی کسی ایک عہد کے رسم خط کے اسلوب میں امتداد زمانہ سے اتنا عظیم فرق ہو جاتا ہے کہ اس کے پڑھنے کے لئے خود اہل زبان کو اس کے حروف ہجا کا کسی مبتدی کی طرح مطالعہ کرنا پڑے گا۔

## لہجے میں اتار چڑھاؤ

ایک دوسری بات یاد رکھئے کے قابل یہ ہے کہ کسی زبان کو ہو بہو صرف حرفوں کے سانچے میں نہیں ڈھالا جاسکتا۔ اصل میں ہم جب بات کرتے ہیں تو الگ الگ حرف یا لفظ ادا نہیں کرتے بلکہ ایک ایک ساتھ فقرے ادا کرتے ہیں،



اور مشکل سے کوئی ایسی زبان ہوگی جس کے بولنے میں اتار چڑھاؤ نہ ہوتا ہو۔ بعض زبانیں تو ایسی ہیں جن میں جب تک لفظ کے ایک حصے پر زور نہ ڈالا جائے اس وقت تک اہل زبان کی بھی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ بات کرنے والے کا مقصد کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک صاحب، جن کی مادری زبان انگریزی نہ تھی، کسی انگریز خاتون سے جو الا مکھی یا آتش فشان پہاڑ کا ذکر کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے انگریزی لفظ Volcano اپنے ایک جملے میں استعمال کیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس لفظ کے دوسرے حصے یعنی ca پر زور دیتے انہوں نے پہلے حصے پر زور دیا، یعنی بجائے Volca'no کے انہوں نے اس کا تلفظ Vo'lcano کیا۔ وہ برابر اسی غلط تلفظ کو دہرائے جاتے تھے اور خاتون ان کا منہ تک رہی تھیں اور I beg your pardon, I beg your pardon کہے جاتی تھیں۔ وہ بیچارے سخت حیران و پریشان تھے کہ مجھے تو بچپن میں استاد نے جو الا مکھی کہے لئے یہی لفظ بتایا ہے، نہ معلوم یہ خاتون اسے کیوں نہیں سمجھتیں۔ جب دونوں بے حد زچ ہوئے تو انہوں نے بات آگے کو چلانے کے لئے اور اپنا مفہوم سمجھانے کے لئے کہا کہ میرا مطلب اس پہاڑ سے ہے جس سے آگ نکلتی ہے۔ اب خاتون کو معلوم ہوا کہ وہ جس لفظ کو ادا کرنا چاہتے تھے وہ Volca'no ہے۔ اکثر انگریزی لفظوں کے مفہوم میں الجھے کے اسی اتار چڑھاؤ سے تمیز ہوتی ہے، جیسے perfo'rm moun'tain, ma'son, awr'y وغیرہ، اور یہ ظاہر ہے کہ تلفظ کا یہ اہم جزو کہ لفظ کے کسی حصے پر کتنا زور دیا جائے اس کو معمولی تحریر میں ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔



لہجے میں اتار چڑھاؤ

اس سے زیادہ مشکل آواز کے اس اتار چڑھاؤ کا اظہار ہے جس کو فقرے یا جملے کے کسی حصے پر اس کے حقیقی معنی ظاہر کرنے کے لئے کام میں لانا ضروری ہے۔ ہر فقرے یا جملے کے ادا کرنے میں کسی نہ کسی لفظ پر زور دیا جاتا ہے، اور جب یہ زور اس لفظ سے ہٹا دیا جائے تو اس کے معنی فی الفور بدل جاتے ہیں۔ ذیل کے معمولی لفظوں کے ایک فقرے سے اس تبدیلی کا اظہار ہو جائے گا۔

کیا آپ یہ چیز لینے بازار گئے تھے؟  
کیا آپ یہ چیز لینے بازار گئے تھے؟  
کیا آپ یہ چیز لینے بازار گئے تھے؟  
کیا آپ یہ چیز لینے بازار گئے تھے؟

اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب تک ہم فقرے کے سب سے اہم حصے پر اپنے لہجے کے اعتبار سے زور نہ دیں اس وقت تک فقرے کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آئے گا۔ لیکن معمولی طور پر ہم اپنی تحریر میں اس کا التزام نہیں

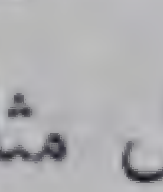
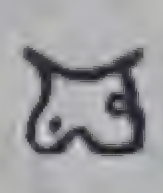
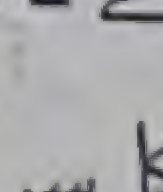
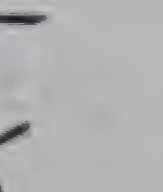
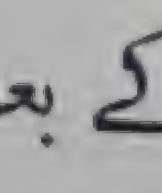
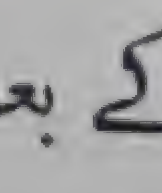
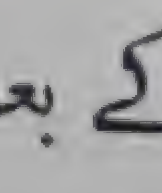
۴۔۔ شاید باقی سب زبانوں سے چینی زبان کے معنی مطلب کا دار و مدار لہجے کے اتار چڑھاؤ پر ہوتا ہے۔ ہر شخص اس سے واقف ہے کہ چینی زبان حروف نہیں بلکہ بنیادی لفظوں پر بنی ہے۔ یہ تعداد میں ۲۲۰ ہیں اور معنوں میں تنوع انہی ۲۲۰ آوازوں کے جوڑ توڑ اور اتار چڑھاؤ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً ai سورج؛ Ywe = چاند؛ دونوں کو ملائے کی آواز کے معنی روشنی اسی طرح Che = سیدھا قدم؛ Chu = الٹا قدم؛ دونوں کو ملا یا تو چلنا ہو گیا۔ دیکھئے:

Bodmer صفحہ ۴۲۶؛ نیز راقم الحروف کی کتاب «نشریات» میں «چین کا تمدن» کے عنوان سے جو باب ہے اس میں بھی چینی زبان کی ترکیب کا ذکر ہے، خصوصاً صفحہ ۳۳ اور صفحہ ۳۴ پر لہجے کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔



کرتے کہ فقرے کے ایسے حصوں کو کسی نشانی کے ذریعہ سے ممتاز کر دین جن میں اتار چڑھاؤ اور لہجہ بندی ضروری ہے، اور اس کے بغیر ہی ہم ہر فقرے کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

### تصویر نگاری

اس مختصر بحث سے یہ مراد تھی کہ کسی خاص طرح کی تحریر زیادہ سے زیادہ ایک سطحی اور رسمی طریقے سے ہمارے مفہوم کو واضح کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح یہ ضروری نہیں کہ کسی زبان کے لئے کوئی خاص لپی مخصوص ہو بلکہ سب سے بہتر لپی وہی ہوگی جس کے ذریعے ہم کسی زبان کا مفہوم دوسروں کے ذہن نشین کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا جیسا زمانہ گذرتا جاتا ہے ویسے ہی دنیا کی زبانوں کا عام رجحان یہ ہوتا جاتا ہے کہ لکھنے پڑھنے میں آسانی ہو اور اس کے لئے بجائے پیچیدہ تصویر نما یا نوک پلک والے حرفوں کے محض آساں رسمی شکلیں کافی سمجھی جارہی ہین۔ ابتدا میں انسان صرف اپنی یاد پر بھروسہ کرتا تھا اور اگر اپنے حافظے کی مدد کے لئے کوئی نقش کھینچتا بھی تھا تو وہ محض تصویریں ہوتی تھیں۔ آہستہ آہستہ انہی پیچیدہ تصویروں سے علامتیں بن گئیں مثلاً آنکھ اس کی تصویر  سے ظاہر ہوگی تو دو آنکھوں کے معنی دیکھنے کے ہو جائیں گے۔ اس لکھاؤ کی بہترین مثال قدیم مصر سے ملتی ہے۔ مصری زبان میں بیل کو « الف » کہتے تھے اور اس کے اظہار کے لئے بیل کا سر  بنادیا جاتا تھا۔ امتداد زمانہ سے یہ محض  یا  ہو گیا جو ہجائی ارتقا کے بعد  بن گیا اور یہی وہ علامت ہے جو برہمی  یا  کے واسطے



## رومن رسم خط کا پھیلاؤ

سے سنسکرت ॐ اور ذرا پلٹ کر یونانی اور لاطینی میں A بن جاتی ہے۔ ۵  
اس تبدیلی میں ایک بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے، وہ یہ کہ بجائے پیچیدہ نوک  
پلک والی بڑی بڑی علامتوں کے حروف تہجی کے لئے یہ کافی سمجھا گیا کہ وہ  
آسان ہوں خواہ بظاہر ان میں کوئی خاص مفہوم چھپا ہوا ہو یا نہ ہو۔ خود  
مصری تصویر دار حروف کی جگہ سادہ علامتیں استعمال کی جانے لگیں اور قدیم  
ایرانی میخی حرف بہت جلد بیکار اور پیچیدہ سمجھ کر خارج کر دیئے گئے ۶۔

## رومن رسم خط کا آغاز اور اس کا پھیلاؤ

کسی رسم خط یا لکھاوٹ کی تعریف زیادہ سے زیادہ یہ کی جاسکتی ہے کہ  
یہ لکھنے کا وہ طریقہ ہے جسے کسی خاص زبان والے اس زبان کیلئے سب سے  
آسان یا مفید سمجھتے ہوں اور جسے یا تو خود انہوں نے ایجاد کیا ہو ورنہ کسی  
دوسری زبان کی لکھاوٹ میں اپنے حسب حال ترمیمیں کر کے اپنی زبان کو اس  
سانچے میں ڈھال لیا ہو۔ رسم خط کے اعتبار سے سریانی اور فنیقی، یونانی اور  
لاٹینی کے ڈانڈے مل جاتے ہیں، یہاں تک کہ یونانی زبان کے حروف تہجی  
کی ترتیب تقریباً وہی ہے جو عبرانی حروف اور عربی ابجد کی ہے۔

رومن رسم خط اصل میں یونانی رسم خط کی ارتقا شدہ شکل ہے۔ اس رسم

۵۔ Bodmer، باب ۱، Encyclopaedia Britannica جلد ۱، صفحہ ۶۷۷ وغیرہ۔

۶۔ قدیم مصری حروف کے لئے دیکھئے، ایضا جلد ۱ صفحہ ۶۷۹؛ میخی حروف کے لئے

Bodmer باب ۱، میخی حروف کی مائیں: — 𐤀 = 𐤁، 𐤂 = 𐤃، 𐤄 = 𐤅، 𐤆 = 𐤇، 𐤈 = 𐤉، 𐤊 = 𐤋، 𐤌 = 𐤍، 𐤎 = 𐤏، 𐤐 = 𐤑، 𐤒 = 𐤓، 𐤔 = 𐤕، 𐤖 = 𐤗، 𐤘 = 𐤙، 𐤚 = 𐤛، 𐤜 = 𐤝، 𐤞 = 𐤟، 𐤠 = 𐤡، 𐤢 = 𐤣، 𐤤 = 𐤥، 𐤦 = 𐤧، 𐤨 = 𐤩، 𐤪 = 𐤫، 𐤬 = 𐤭، 𐤮 = 𐤯، 𐤰 = 𐤱، 𐤲 = 𐤳، 𐤴 = 𐤵، 𐤶 = 𐤷، 𐤸 = 𐤹، 𐤺 = 𐤻، 𐤼 = 𐤽، 𐥀 = 𐥁، 𐥂 = 𐥃، 𐥄 = 𐥅، 𐥆 = 𐥇، 𐥈 = 𐥉، 𐥊 = 𐥋، 𐥌 = 𐥍، 𐥎 = 𐥏، 𐥐 = 𐥑، 𐥒 = 𐥓، 𐥔 = 𐥕، 𐥖 = 𐥗، 𐥘 = 𐥙، 𐥚 = 𐥛، 𐥜 = 𐥝، 𐥞 = 𐥟، 𐥠 = 𐥡، 𐥢 = 𐥣، 𐥤 = 𐥥، 𐥦 = 𐥧، 𐥨 = 𐥩، 𐥪 = 𐥫، 𐥬 = 𐥭، 𐥮 = 𐥯، 𐥰 = 𐥱، 𐥲 = 𐥳، 𐥴 = 𐥵، 𐥶 = 𐥷، 𐥸 = 𐥹، 𐥺 = 𐥻، 𐥼 = 𐥽، 𐥿 = 𐇀، 𐇁 = 𐇂، 𐇃 = 𐇄، 𐇅 = 𐇆، 𐇇 = 𐇈، 𐇉 = 𐇊، 𐇋 = 𐇌، 𐇍 = 𐇎، 𐇏 = 𐇐، 𐇑 = 𐇒، 𐇓 = 𐇔، 𐇕 = 𐇖، 𐇗 = 𐇘، 𐇙 = 𐇚، 𐇛 = 𐇜، 𐇝 = 𐇞، 𐇟 = 𐇠، 𐇡 = 𐇢، 𐇣 = 𐇤، 𐇥 = 𐇦، 𐇧 = 𐇨، 𐇩 = 𐇪، 𐇫 = 𐇬، 𐇭 = 𐇮، 𐇯 = 𐇰، 𐇱 = 𐇲، 𐇳 = 𐇴، 𐇵 = 𐇶، 𐇷 = 𐇸، 𐇹 = 𐇺، 𐇻 = 𐇼، 𐇽 = 𐇾، 𐇿 = 𐈀، 𐈁 = 𐈂، 𐈃 = 𐈄، 𐈅 = 𐈆، 𐈇 = 𐈈، 𐈉 = 𐈊، 𐈋 = 𐈌، 𐈍 = 𐈎، 𐈏 = 𐈐، 𐈑 = 𐈒، 𐈓 = 𐈔، 𐈕 = 𐈖، 𐈗 = 𐈘، 𐈙 = 𐈚، 𐈛 = 𐈜، 𐈝 = 𐈞، 𐈟 = 𐈠، 𐈡 = 𐈢، 𐈣 = 𐈤، 𐈥 = 𐈦، 𐈧 = 𐈨، 𐈩 = 𐈪، 𐈫 = 𐈬، 𐈭 = 𐈮، 𐈯 = 𐈰، 𐈱 = 𐈲، 𐈳 = 𐈴، 𐈵 = 𐈶، 𐈷 = 𐈸، 𐈹 = 𐈺، 𐈻 = 𐈼، 𐈽 = 𐈾، 𐈿 = 𐉀، 𐉁 = 𐉂، 𐉃 = 𐉄، 𐉅 = 𐉆، 𐉇 = 𐉈، 𐉉 = 𐉊، 𐉋 = 𐉌، 𐉍 = 𐉎، 𐉏 = 𐉐، 𐉑 = 𐉒، 𐉓 = 𐉔، 𐉕 = 𐉖، 𐉗 = 𐉘، 𐉙 = 𐉚، 𐉛 = 𐉜، 𐉝 = 𐉞، 𐉟 = 𐉠، 𐉡 = 𐉢، 𐉣 = 𐉤، 𐉥 = 𐉦، 𐉧 = 𐉨، 𐉩 = 𐉪، 𐉫 = 𐉬، 𐉭 = 𐉮، 𐉯 = 𐉰، 𐉱 = 𐉲، 𐉳 = 𐉴، 𐉵 = 𐉶، 𐉷 = 𐉸، 𐉹 = 𐉺، 𐉻 = 𐉼، 𐉽 = 𐉾، 𐉿 = 𐊀، 𐊁 = 𐊂، 𐊃 = 𐊄، 𐊅 = 𐊆، 𐊇 = 𐊈، 𐊉 = 𐊊، 𐊋 = 𐊌، 𐊍 = 𐊎، 𐊏 = 𐊐، 𐊑 = 𐊒، 𐊓 = 𐊔، 𐊕 = 𐊖، 𐊗 = 𐊘، 𐊙 = 𐊚، 𐊛 = 𐊜، 𐊝 = 𐊞، 𐊟 = 𐊠، 𐊡 = 𐊢، 𐊣 = 𐊤، 𐊥 = 𐊦، 𐊧 = 𐊨، 𐊩 = 𐊪، 𐊫 = 𐊬، 𐊭 = 𐊮، 𐊯 = 𐊰، 𐊱 = 𐊲، 𐊳 = 𐊴، 𐊵 = 𐊶، 𐊷 = 𐊸، 𐊹 = 𐊺، 𐊻 = 𐊼، 𐊽 = 𐊾، 𐊿 = 𐋀، 𐋁 = 𐋂، 𐋃 = 𐋄، 𐋅 = 𐋆، 𐋇 = 𐋈، 𐋉 = 𐋊، 𐋋 = 𐋌، 𐋍 = 𐋎، 𐋏 = 𐋐، 𐋑 = 𐋒، 𐋓 = 𐋔، 𐋕 = 𐋖، 𐋗 = 𐋘، 𐋙 = 𐋚، 𐋛 = 𐋜، 𐋝 = 𐋞، 𐋟 = 𐋠، 𐋡 = 𐋢، 𐋣 = 𐋤، 𐋥 = 𐋦، 𐋧 = 𐋨، 𐋩 = 𐋪، 𐋫 = 𐋬، 𐋭 = 𐋮، 𐋯 = 𐋰، 𐋱 = 𐋲، 𐋳 = 𐋴، 𐋵 = 𐋶، 𐋷 = 𐋸، 𐋹 = 𐋺، 𐋻 = 𐋼، 𐋽 = 𐋾، 𐋿 = 𐌀، 𐌁 = 𐌂، 𐌃 = 𐌄، 𐌅 = 𐌆، 𐌇 = 𐌈، 𐌉 = 𐌊، 𐌋 = 𐌌، 𐌍 = 𐌎، 𐌏 = 𐌐، 𐌑 = 𐌒، 𐌓 = 𐌔، 𐌕 = 𐌖، 𐌗 = 𐌘، 𐌙 = 𐌚، 𐌛 = 𐌜، 𐌝 = 𐌞، 𐌟 = 𐌠، 𐌡 = 𐌢، 𐌣 = 𐌤، 𐌥 = 𐌦، 𐌧 = 𐌨، 𐌩 = 𐌪، 𐌫 = 𐌬، 𐌭 = 𐌮، 𐌯 = 𐌰، 𐌱 = 𐌲، 𐌳 = 𐌴، 𐌵 = 𐌶، 𐌷 = 𐌸، 𐌹 = 𐌺، 𐌻 = 𐌼، 𐌽 = 𐌾، 𐌿 = 𐍀، 𐍁 = 𐍂، 𐍃 = 𐍄، 𐍅 = 𐍆، 𐍇 = 𐍈، 𐍉 = 𐍊، 𐍋 = 𐍌، 𐍍 = 𐍎، 𐍏 = 𐍐، 𐍑 = 𐍒، 𐍓 = 𐍔، 𐍕 = 𐍖، 𐍗 = 𐍘، 𐍙 = 𐍚، 𐍛 = 𐍜، 𐍝 = 𐍞، 𐍟 = 𐍠، 𐍡 = 𐍢، 𐍣 = 𐍤، 𐍥 = 𐍦، 𐍧 = 𐍨، 𐍩 = 𐍪، 𐍫 = 𐍬، 𐍭 = 𐍮، 𐍯 = 𐍰، 𐍱 = 𐍲، 𐍳 = 𐍴، 𐍵 = 𐍶، 𐍷 = 𐍸، 𐍹 = 𐍺، 𐍻 = 𐍼، 𐍽 = 𐍾، 𐍿 = 𐎀، 𐎁 = 𐎂، 𐎃 = 𐎄، 𐎅 = 𐎆، 𐎇 = 𐎈، 𐎉 = 𐎊، 𐎋 = 𐎌، 𐎍 = 𐎎، 𐎏 = 𐎐، 𐎑 = 𐎒، 𐎓 = 𐎔، 𐎕 = 𐎖، 𐎗 = 𐎘، 𐎙 = 𐎚، 𐎛 = 𐎜، 𐎝 = 𐎞، 𐎟 = 𐎠، 𐎡 = 𐎢، 𐎣 = 𐎤، 𐎥 = 𐎦، 𐎧 = 𐎨، 𐎩 = 𐎪، 𐎫 = 𐎬، 𐎭 = 𐎮، 𐎯 = 𐎰، 𐎱 = 𐎲، 𐎳 = 𐎴، 𐎵 = 𐎶، 𐎷 = 𐎸، 𐎹 = 𐎺، 𐎻 = 𐎼، 𐎽 = 𐎾، 𐎿 = 𐏀، 𐏁 = 𐏂، 𐏃 = 𐏄، 𐏅 = 𐏆، 𐏇 = 𐏈، 𐏉 = 𐏊، 𐏋 = 𐏌، 𐏍 = 𐏎، 𐏏 = 𐏐، 𐏑 = 𐏒، 𐏓 = 𐏔، 𐏕 = 𐏖، 𐏗 = 𐏘، 𐏙 = 𐏚، 𐏛 = 𐏜، 𐏝 = 𐏞، 𐏟 = 𐏠، 𐏡 = 𐏢، 𐏣 = 𐏤، 𐏥 = 𐏦، 𐏧 = 𐏨، 𐏩 = 𐏪، 𐏫 = 𐏬، 𐏭 = 𐏮، 𐏯 = 𐏰، 𐏱 = 𐏲، 𐏳 = 𐏴، 𐏵 = 𐏶، 𐏷 = 𐏸، 𐏹 = 𐏺، 𐏻 = 𐏼، 𐏽 = 𐏾، 𐏿 = 𐐀، 𐐁 = 𐐂، 𐐃 = 𐐄، 𐐅 = 𐐆، 𐐇 = 𐐈، 𐐉 = 𐐊، 𐐋 = 𐐌، 𐐍 = 𐐎، 𐐏 = 𐐐، 𐐑 = 𐐒، 𐐓 = 𐐔، 𐐕 = 𐐖، 𐐗 = 𐐘، 𐐙 = 𐐚، 𐐛 = 𐐜، 𐐝 = 𐐞، 𐐟 = 𐐠، 𐐡 = 𐐢، 𐐣 = 𐐤، 𐐥 = 𐐦، 𐐧 = 𐐨، 𐐩 = 𐐪، 𐐫 = 𐐬، 𐐭 = 𐐮، 𐐯 = 𐐰، 𐐱 = 𐐲، 𐐳 = 𐐴، 𐐵 = 𐐶، 𐐷 = 𐐸، 𐐹 = 𐐺، 𐐻 = 𐐼، 𐐽 = 𐐾، 𐐿 = 𐑀، 𐑁 = 𐑂، 𐑃 = 𐑄، 𐑅 = 𐑆، 𐑇 = 𐑈، 𐑉 = 𐑊، 𐑋 = 𐑌، 𐑍 = 𐑎، 𐑏 = 𐑐، 𐑑 = 𐑒، 𐑓 = 𐑔، 𐑕 = 𐑖، 𐑗 = 𐑘، 𐑙 = 𐑚، 𐑛 = 𐑜، 𐑝 = 𐑞، 𐑟 = 𐑠، 𐑡 = 𐑢، 𐑣 = 𐑤، 𐑥 = 𐑦، 𐑧 = 𐑨، 𐑩 = 𐑪، 𐑫 = 𐑬، 𐑭 = 𐑮، 𐑯 = 𐑰، 𐑱 = 𐑲، 𐑳 = 𐑴، 𐑵 = 𐑶، 𐑷 = 𐑸، 𐑹 = 𐑺، 𐑻 = 𐑼، 𐑽 = 𐑾، 𐑿 = 𐒀، 𐒁 = 𐒂، 𐒃 = 𐒄، 𐒅 = 𐒆، 𐒇 = 𐒈، 𐒉 = 𐒊، 𐒋 = 𐒌، 𐒍 = 𐒎، 𐒏 = 𐒐، 𐒑 = 𐒒، 𐒓 = 𐒔، 𐒕 = 𐒖، 𐒗 = 𐒘، 𐒙 = 𐒚، 𐒛 = 𐒜، 𐒝 = 𐒞، 𐒟 = 𐒠، 𐒡 = 𐒢، 𐒣 = 𐒤، 𐒥 = 𐒦، 𐒧 = 𐒨، 𐒩 = 𐒪، 𐒫 = 𐒬، 𐒭 = 𐒮، 𐒯 = 𐒰، 𐒱 = 𐒲، 𐒳 = 𐒴، 𐒵 = 𐒶، 𐒷 = 𐒸، 𐒹 = 𐒺، 𐒻 = 𐒼، 𐒽 = 𐒾، 𐒿 = 𐓀، 𐓁 = 𐓂، 𐓃 = 𐓄، 𐓅 = 𐓆، 𐓇 = 𐓈، 𐓉 = 𐓊، 𐓋 = 𐓌، 𐓍 = 𐓎، 𐓏 = 𐓐، 𐓑 = 𐓒، 𐓓 = 𐓔، 𐓕 = 𐓖، 𐓗 = 𐓘، 𐓙 = 𐓚، 𐓛 = 𐓜، 𐓝 = 𐓞، 𐓟 = 𐓠، 𐓡 = 𐓢، 𐓣 = 𐓤، 𐓥 = 𐓦، 𐓧 = 𐓨، 𐓩 = 𐓪، 𐓫 = 𐓬، 𐓭 = 𐓮، 𐓯 = 𐓰، 𐓱 = 𐓲، 𐓳 = 𐓴، 𐓵 = 𐓶، 𐓷 = 𐓸، 𐓹 = 𐓺، 𐓻 = 𐓼، 𐓽 = 𐓾، 𐓿 = 𐔀، 𐔁 = 𐔂، 𐔃 = 𐔄، 𐔅 = 𐔆، 𐔇 = 𐔈، 𐔉 = 𐔊، 𐔋 = 𐔌، 𐔍 = 𐔎، 𐔏 = 𐔐، 𐔑 = 𐔒، 𐔓 = 𐔔، 𐔕 = 𐔖، 𐔗 = 𐔘، 𐔙 = 𐔚، 𐔛 = 𐔜، 𐔝 = 𐔞، 𐔟 = 𐔠، 𐔡 = 𐔢، 𐔣 = 𐔤، 𐔥 = 𐔦، 𐔧 = 𐔨، 𐔩 = 𐔪، 𐔫 = 𐔬، 𐔭 = 𐔮، 𐔯 = 𐔰، 𐔱 = 𐔲، 𐔳 = 𐔴، 𐔵 = 𐔶، 𐔷 = 𐔸، 𐔹 = 𐔺، 𐔻 = 𐔼، 𐔽 = 𐔾، 𐔿 = 𐕀، 𐕁 = 𐕂، 𐕃 = 𐕄، 𐕅 = 𐕆، 𐕇 = 𐕈، 𐕉 = 𐕊، 𐕋 = 𐕌، 𐕍 = 𐕎، 𐕏 = 𐕐، 𐕑 = 𐕒، 𐕓 = 𐕔، 𐕕 = 𐕖، 𐕗 = 𐕘، 𐕙 = 𐕚، 𐕛 = 𐕜، 𐕝 = 𐕞، 𐕟 = 𐕠، 𐕡 = 𐕢، 𐕣 = 𐕤، 𐕥 = 𐕦، 𐕧 = 𐕨، 𐕩 = 𐕪، 𐕫 = 𐕬، 𐕭 = 𐕮، 𐕯 = 𐕰، 𐕱 = 𐕲، 𐕳 = 𐕴، 𐕵 = 𐕶، 𐕷 = 𐕸، 𐕹 = 𐕺، 𐕻 = 𐕼، 𐕽 = 𐕾، 𐕿 = 𐖀، 𐖁 = 𐖂، 𐖃 = 𐖄، 𐖅 = 𐖆، 𐖇 = 𐖈، 𐖉 = 𐖊، 𐖋 = 𐖌، 𐖍 = 𐖎، 𐖏 = 𐖐، 𐖑 = 𐖒، 𐖓 = 𐖔، 𐖕 = 𐖖، 𐖗 = 𐖘، 𐖙 = 𐖚، 𐖛 = 𐖜، 𐖝 = 𐖞، 𐖟 = 𐖠، 𐖡 = 𐖢، 𐖣 = 𐖤، 𐖥 = 𐖦، 𐖧 = 𐖨، 𐖩 = 𐖪، 𐖫 = 𐖬، 𐖭 = 𐖮، 𐖯 = 𐖰، 𐖱 = 𐖲، 𐖳 = 𐖴، 𐖵 = 𐖶، 𐖷 = 𐖸، 𐖹 = 𐖺، 𐖻 = 𐖼، 𐖽 = 𐖾، 𐖿 = 𐗀، 𐗁 = 𐗂، 𐗃 = 𐗄، 𐗅 = 𐗆، 𐗇 = 𐗈، 𐗉 = 𐗊، 𐗋 = 𐗌، 𐗍 = 𐗎، 𐗏 = 𐗐، 𐗑 = 𐗒، 𐗓 = 𐗔، 𐗕 = 𐗖، 𐗗 = 𐗘، 𐗙 = 𐗚، 𐗛 = 𐗜، 𐗝 = 𐗞، 𐗟 = 𐗠، 𐗡 = 𐗢، 𐗣 = 𐗤، 𐗥 = 𐗦، 𐗧 = 𐗨، 𐗩 = 𐗪، 𐗫 = 𐗬، 𐗭 = 𐗮، 𐗯 = 𐗰، 𐗱 = 𐗲، 𐗳 = 𐗴، 𐗵 = 𐗶، 𐗷 = 𐗸، 𐗹 = 𐗺، 𐗻 = 𐗼، 𐗽 = 𐗾، 𐗿 = 𐗀، 𐗁 = 𐗂، 𐗃 = 𐗄، 𐗅 = 𐗆، 𐗇 = 𐗈، 𐗉 = 𐗊، 𐗋 = 𐗌، 𐗍 = 𐗎، 𐗏 = 𐗐، 𐗑 = 𐗒، 𐗓 = 𐗔، 𐗕 = 𐗖، 𐗗 = 𐗘، 𐗙 = 𐗚، 𐗛 = 𐗜، 𐗝 = 𐗞، 𐗟 = 𐗠، 𐗡 = 𐗢، 𐗣 = 𐗤، 𐗥 = 𐗦، 𐗧 = 𐗨، 𐗩 = 𐗪، 𐗫 = 𐗬، 𐗭 = 𐗮، 𐗯 = 𐗰، 𐗱 = 𐗲، 𐗳 = 𐗴، 𐗵 = 𐗶، 𐗷 = 𐗸، 𐗹 = 𐗺، 𐗻 = 𐗼، 𐗽 = 𐗾، 𐗿 = 𐘀، 𐘁 = 𐘂، 𐘃 = 𐘄، 𐘅 = 𐘆، 𐘇 = 𐘈، 𐘉 = 𐘊، 𐘋 = 𐘌، 𐘍 = 𐘎، 𐘏 = 𐘐، 𐘑 = 𐘒، 𐘓 = 𐘔، 𐘕 = 𐘖، 𐘗 = 𐘘، 𐘙 = 𐘚، 𐘛 = 𐘜، 𐘝 = 𐘞، 𐘟 = 𐘠، 𐘡 = 𐘢، 𐘣 = 𐘤، 𐘥 = 𐘦، 𐘧 = 𐘨، 𐘩 = 𐘪، 𐘫 = 𐘬، 𐘭 = 𐘮، 𐘯 = 𐘰، 𐘱 = 𐘲، 𐘳 = 𐘴، 𐘵 = 𐘶، 𐘷 = 𐘸، 𐘹 = 𐘺، 𐘻 = 𐘼، 𐘽 = 𐘾، 𐘿 = 𐘀، 𐙁 = 𐙂، 𐙃 = 𐙄، 𐙅 = 𐙆، 𐙇 = 𐙈، 𐙉 = 𐙊، 𐙋 = 𐙌، 𐙍 = 𐙎، 𐙏 = 𐙐، 𐙑 = 𐙒، 𐙓 = 𐙔، 𐙕 = 𐙖، 𐙗 = 𐙘، 𐙙 = 𐙚، 𐙛 = 𐙜، 𐙝 = 𐙞، 𐙟 = 𐙠، 𐙡 = 𐙢، 𐙣 = 𐙤، 𐙥 = 𐙦، 𐙧 = 𐙨، 𐙩 = 𐙪، 𐙫 = 𐙬، 𐙭 = 𐙮، 𐙯 = 𐙰، 𐙱 = 𐙲، 𐙳 = 𐙴، 𐙵 = 𐙶، 𐙷 = 𐙸، 𐙹 = 𐙺، 𐙻 = 𐙼، 𐙽 = 𐙾، 𐙿 = 𐚀، 𐚁 = 𐚂، 𐚃 = 𐚄، 𐚅 = 𐚆، 𐚇 = 𐚈، 𐚉 = 𐚊، 𐚋 = 𐚌، 𐚍 = 𐚎، 𐚏 = 𐚐، 𐚑 = 𐚒، 𐚓 = 𐚔، 𐚕 = 𐚖، 𐚗 = 𐚘، 𐚙 = 𐚚، 𐚛 = 𐚜، 𐚝 = 𐚞، 𐚟 = 𐚠، 𐚡 = 𐚢، 𐚣 = 𐚤، 𐚥 = 𐚦، 𐚧 = 𐚨، 𐚩 = 𐚪، 𐚫 = 𐚬، 𐚭 = 𐚮، 𐚯 = 𐚰، 𐚱 = 𐚲، 𐚳 = 𐚴، 𐚵 = 𐚶، 𐚷 = 𐚸، 𐚹 = 𐚺، 𐚻 = 𐚼، 𐚽 = 𐚾، 𐚿 = 𐚀، 𐛁 = 𐛂، 𐛃 = 𐛄، 𐛅 = 𐛆، 𐛇 = 𐛈، 𐛉 = 𐛊، 𐛋 = 𐛌، 𐛍 = 𐛎، 𐛏 = 𐛐، 𐛑 = 𐛒، 𐛓 = 𐛔، 𐛕 = 𐛖، 𐛗 = 𐛘، 𐛙 = 𐛚، 𐛛 = 𐛜، 𐛝 = 𐛞، 𐛟 = 𐛠، 𐛡 = 𐛢، 𐛣 = 𐛤، 𐛥 = 𐛦، 𐛧 = 𐛨، 𐛩 = 𐛪، 𐛫 = 𐛬، 𐛭 = 𐛮، 𐛯 = 𐛰، 𐛱 = 𐛲، 𐛳 = 𐛴، 𐛵 = 𐛶، 𐛷 = 𐛸، 𐛹 = 𐛺، 𐛻 = 𐛼، 𐛽 = 𐛾، 𐛿 = 𐜀، 𐜁 = 𐜂، 𐜃 = 𐜄، 𐜅 = 𐜆، 𐜇 = 𐜈، 𐜉 = 𐜊، 𐜋 = 𐜌، 𐜍 = 𐜎، 𐜏 = 𐜐، 𐜑 = 𐜒، 𐜓 = 𐜔، 𐜕 = 𐜖، 𐜗 = 𐜘، 𐜙 = 𐜚، 𐜛 = 𐜜، 𐜝 = 𐜞، 𐜟 = 𐜠، 𐜡 = 𐜢، 𐜣 = 𐜤، 𐜥 = 𐜦، 𐜧 = 𐜨، 𐜩 = 𐜪، 𐜫 = 𐜬، 𐜭 = 𐜮، 𐜯 = 𐜰، 𐜱 = 𐜲، 𐜳 = 𐜴، 𐜵 = 𐜶، 𐜷 = 𐜸، 𐜹 = 𐜺، 𐜻 = 𐜼، 𐜽 = 𐜾، 𐜿 = 𐝀، 𐝁 = 𐝂، 𐝃 = 𐝄، 𐝅 = 𐝆، 𐝇 = 𐝈، 𐝉 = 𐝊، 𐝋 = 𐝌، 𐝍 = 𐝎، 𐝏 = 𐝐، 𐝑 = 𐝒، 𐝓 = 𐝔، 𐝕 = 𐝖، 𐝗 = 𐝘، 𐝙 = 𐝚، 𐝛 = 𐝜، 𐝝 = 𐝞، 𐝟 = 𐝠، 𐝡 = 𐝢، 𐝣 = 𐝤، 𐝥 = 𐝦، 𐝧 = 𐝨، 𐝩 = 𐝪، 𐝫 = 𐝬، 𐝭 = 𐝮، 𐝯 = 𐝰، 𐝱 = 𐝲، 𐝳 = 𐝴، 𐝵 = 𐝶، 𐝷 = 𐝸، 𐝹 = 𐝺، 𐝻 = 𐝼، 𐝽 = 𐝾، 𐝿 = 𐞀، 𐞁 = 𐞂، 𐞃 = 𐞄، 𐞅 = 𐞆، 𐞇 = 𐞈، 𐞉 = 𐞊، 𐞋 = 𐞌، 𐞍 = 𐞎، 𐞏 = 𐞐، 𐞑 = 𐞒، 𐞓 = 𐞔، 𐞕 = 𐞖، 𐞗 = 𐞘، 𐞙 = 𐞚، 𐞛 = 𐞜، 𐞝 = 𐞞، 𐞟 = 𐞠، 𐞡 = 𐞢، 𐞣 = 𐞤، 𐞥 = 𐞦، 𐞧 = 𐞨، 𐞩 = 𐞪، 𐞫 = 𐞬، 𐞭 = 𐞮، 𐞯 = 𐞰، 𐞱 = 𐞲، 𐞳 = 𐞴، 𐞵 = 𐞶، 𐞷 = 𐞸، 𐞹 = 𐞺، 𐞻 = 𐞼، 𐞽 = 𐞾، 𐞿 = 𐟀، 𐟁 = 𐟂، 𐟃 = 𐟄، 𐟅 = 𐟆، 𐟇 = 𐟈، 𐟉 = 𐟊، 𐟋 = 𐟌، 𐟍 = 𐟎، 𐟏 = 𐟐، 𐟑 = 𐟒، 𐟓 = 𐟔، 𐟕 = 𐟖، 𐟗 = 𐟘، 𐟙 = 𐟚، 𐟛 = 𐟜، 𐟝 = 𐟞، 𐟟 = 𐟠، 𐟡 = 𐟢، 𐟣 = 𐟤، 𐟥 = 𐟦، 𐟧 = 𐟨، 𐟩 = 𐟪، 𐟫 = 𐟬، 𐟭 = 𐟮، 𐟯 = 𐟰، 𐟱 = 𐟲، 𐟳 = 𐟴، 𐟵 = 𐟶، 𐟷 = 𐟸، 𐟹 = 𐟺، 𐟻 = 𐟼، 𐟽 = 𐟾، 𐟿 = 𐟀، 𐠁 = 𐠂، 𐠃 = 𐠄، 𐠅 = 𐠆، 𐠇 = 𐠈، 𐠉 = 𐠊، 𐠋 = 𐠌، 𐠍 = 𐠎، 𐠏 = 𐠐، 𐠑 = 𐠒، 𐠓 = 𐠔، 𐠕 = 𐠖، 𐠗 = 𐠘، 𐠙 = 𐠚، 𐠛 = 𐠜، 𐠝 = 𐠞، 𐠟 = 𐠠، 𐠡 = 𐠢، 𐠣 = 𐠤، 𐠥 = 𐠦، 𐠧 = 𐠨، 𐠩 = 𐠪، 𐠫 = 𐠬، 𐠭 = 𐠮، 𐠯 = 𐠰، 𐠱 = 𐠲، 𐠳 = 𐠴، 𐠵 = 𐠶، 𐠷 = 𐠸، 𐠹 = 𐠺، 𐠻 = 𐠼، 𐠽 = 𐠾، 𐠿 = 𐠀، 𐡁 = 𐡂، 𐡃 = 𐡄، 𐡅 = 𐡆، 𐡇 = 𐡈، 𐡉 = 𐡊، 𐡋 = 𐡌، 𐡍 = 𐡎، 𐡏 = 𐡐، 𐡑 = 𐡒، 𐡓 = 𐡔، 𐡕 = 𐡖، 𐡗 = 𐡘، 𐡙 = 𐡚، 𐡛 = 𐡜، 𐡝 = 𐡞، 𐡟 = 𐡠، 𐡡 = 𐡢، 𐡣 = 𐡤، 𐡥 = 𐡦، 𐡧 = 𐡨، 𐡩 = 𐡪، 𐡫 = 𐡬، 𐡭 = 𐡮، 𐡯 = 𐡰، 𐡱 = 𐡲، 𐡳 = 𐡴، 𐡵 = 𐡶، 𐡷 = 𐡸، 𐡹 = 𐡺، 𐡻 = 𐡼، 𐡽 = 𐡾، 𐡿 = 𐡀، 𐢁 = 𐢂، 𐢃 = 𐢄، 𐢅 = 𐢆، 𐢇 = 𐢈، 𐢉 =



خط مین جو اس وقت پانچوں براعظموں مین پھیلا ہوا ہے ، اصل میں صرف ۲۳ حرف تھے اور یہ اس طرح کہ i کو صحیح اور علت دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور یہی کیفیت v کی تھی۔ آگے چل کر i کی دو شکلیں ہو گئیں ؛ ا سے حرف علت کے طور پر حسب حال قائم رکھا گیا اور حرف صحیح کے لئے اسی کو ذرا بڑھا کر z کر دیا گیا۔ اسی طرح v حرف صحیح ہو کر رہ گیا اور اس سے حرکت کا کام لیتے تو اسے ذرا گول کر کے u لکھتے۔ اس کے بعد جب رومن رسم خط کو ایسی زبانوں کے لئے استعمال کیا جانے لگا جن مین v کی آواز اتنی سخت نہ تھی جتنی رومن مین ، اور اس کا مخرج بجائے دانت اور ہونٹ کے محض دونوں ہونٹوں سے نکالنا منظور ہوا تو اس کے لئے v کو دھرا کر کے ایک نئی علامت بنائی گئی جسے انگریزی مین Double u اور فرانسیسی مین اب تک Double v کہتے ہیں ۔

اس مثال سے رومن رسم خط کے بست و کشاد کا اندازہ ہو جائے گا ، اور اس رسم خط کی یہی لچک ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا کے گوشے گوشے مین پھیلا ہوا ہے۔ وہ ملک جن کی زبانیں رومن حروف مین لکھی جاتی ہیں ان کی تعداد ۵۵ سے زیادہ ہے جن مین یورپ کے ۲۵ ، امریکہ کے ۲۲ ، افریقہ کے ۴ یا ۵ ، آسٹریلیا کے ۳ اور ایشیا کا ایک ملک شامل ہے ، اور ان ملکوں کی آبادی ۸۰ کروڑ تک پہنچتی ہے۔ ان کے علاوہ ایسے ملک بھی ہیں جن کے باشندوں کی مادری زبان تو رومن حروف مین نہیں لکھی جاتی لیکن جہاں کی سرکاری زبانیں اسی



## رومن خط کا پھیلاؤ

رسم خط میں لکھی جاتی ہیں۔ ان ملکوں کی آبادی بھی چھپن کروڑ سے کم نہیں، ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی مجموعی آبادی دوا رب سے ذرا زیادہ ہے اور اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ جو زبانیں رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں وہ اس پوری آبادی کے نصف میں پھیلی ہوئی ہیں۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ سوائے سوویٹ روس کے بعض علاقوں کے، جن جن میں مختلف برآعظموں کے جن باشندوں کی مادری زبانیں رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں ان کی تعداد:-

یورپ	۳۲۴۵	کروڑ	۱۰	امریکہ	۲۴۴۵	کروڑ
آسٹریلیا (مع اندونیشیا)	۸۵۵	»	۲	ایشیا	۲	»
افریقہ	۶۵	»	۱	میزان	۱	»

حسب ذیل ملکوں کی سرکاری زبانیں رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں حالانکہ ان کی مادری زبانوں کے لئے دوسری لپیاں ہیں:-

ایشیا	۴۳۴۵	کروڑ	۱۲	افریقہ	۱۲	کروڑ
اوشینیا	۶۵	»	۵۶	میزان	۵۶	»

۸۔ سوویٹ روس کے ان سب جمہوریوں نے جن میں فارسی یا ترکی رائج ہے، رومن خط سنہ ۲۴-۱۹۲۰ ع میں اختیار کر لیا، لیکن شاید سیاسی کیفیتوں سے مجبور ہو کر سنہ ۱۹۳۶ ع میں سب کو ایک ساتھ روسی رسم خط (جو رومن سے بہت زیادہ پیچیدہ ہے) اختیار کرنا پڑا۔ روسی رسم خط ایک حد تک رومن کی طرح یونانی لپی پر مبنی ہے لیکن اس میں ۲۴ کی بجائے ۳۵ حرف ہیں۔ بعض حرف ایسے ہیں جن کی شکل تو ہو کسی رومن حرف کی ہے لیکن تلفظ بالکل جدا گانہ ہے۔ جیسے B کا تلفظ واؤ کا ہے، P کا تلفظ، رکا ہے اور H کا تلفظ ن کا ہے۔ بعض حرف ہمارے لئے بالکل نئے ہیں، جیسے I = ج، H = ژ، ۶ = چ وغیرہ۔ ایک خاص بات اس رسم خط میں یہ ہے کہ ۳۵ میں سے ۳۱ حرف ایسے ہیں جن میں بڑے اور چھوٹے حرفوں کی شکل بالکل ایک ہے صرف جسامت میں فرق ہے سنہ ۱۹۴۹ ع کے اواخر میں راقم الحروف نے دہلی کے روسی سفارت خانے سے دریافت کیا تھا کہ اس وقت وسطی ایشیا کی ہجائی صورت حال کیا ہے۔ سفارت خانے کی سکریٹری میڈم ارزینا کا جواب آیا کہ =



## رومن لی

ملکوں نے اپنی اپنی زبانیں رومن لی میں ڈھال لی ہیں انہوں نے اسے کبھی بدلنے کی کوشش نہیں کی اور اس رسم خط کو اتنا اپنا لیا کہ اسے بجائے رومن کے انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، ترکی، اندونیشی وغیرہ کہنے لگے۔ لسانیاتی ماہروں کا خیال ہے کہ اس رسم خط کے استحکام کا یہ عالم ہے کہ ڈھائی ہزار سال پہلے سے آج تک یہ ایک ہی شکل میں قائم ہے۔ روما کے تفوق کے ساتھ یہ اس کی سلطنت کے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ بیشتر حصوں میں پھیل گیا اور بعض ملکوں جیسے اٹلی، فرانس اور اسپین کی زبانوں پر تو اس کا اتنا اثر پڑا کہ یہ رومانی زبانیں کہلانے لگیں اور انہوں نے فی الفور اسے اختیار کر لیا؛ لیکن بعض زبانیں مثلاً برطانوی، کلتی اور اسکینڈی نیویائی زبانیں ایسی تھیں جنہوں نے چھٹی صدی عیسوی تک اسے اختیار نہیں کیا۔ اس کے بعد رومن حروف کی تحریک تیزی کے ساتھ پہنچتی گئی یہاں تک کہ گیارہویں صدی میں دور دراز آس لینڈ نے بھی اپنے پرانے رونک حروف کی جگہ رومن رسم خط کو اپنے یہاں رائج کر لیا۔ ۹ پچھلے چالیس پچاس برس میں

سنہ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۷ء ع میں وسطی ایشیا کے ان جمہوریوں نے جنکی زبانوں کے حرف نسبتاً زیادہ پیچیدہ تھے رومن اپنی اختیار کر لی تھی، لیکن چند سال بعد انہوں نے «اپنی مرضی سے» روسی رسم خط اختیار کر لیا۔ میڈم اریزینا نے اس تبدیلی کا جو سبب بتایا ہے وہ بہت دلچسپ ہے، اور اسے خود ان کے لفظوں ہی میں بیان کرنا مناسب ہے۔ فرماتی ہیں۔ =

"The main reason for acceptance of the Russian script was that it enables the people of non-Russian nationalities to learn the Russian language and to be more acquainted with all the values of the Russian culture which is rightly considered the most advanced and the most developed among the culture of other republics."

۹۔ رونک اپنی میں صرف ۱۶ حرف تھے؛ اور یہ بات ہماری دلچسپی کا باعث ہے کہ ان حروف کا تعلق فنیقی رسم خط سے تھا جو خالص سامی حرف تھے اور جو عبرانی اور عربی سے ملنے جلتے جس کا اقتباس

Wheaton, History of the Northmen

جلد ۲۱ صفحہ ۱۳۱ پر دیا ہوا ہے

Historians' History of the World

دیکھئے



## رومن خط کی خصوصیات

جرمنی نے بھی اپنی سائنسی اور حکمیاتی فکر کی کتابوں کے لئے قوطی حروفون کے بجائے (جو اصل میں رومن حروفوں ہی کی پیچیدہ شکلیں ہیں اور جن میں ہمارے نستعلیق رسم خط کی طرح نوک پاك کا خاص خیال رکھا جاتا ہے) سادہ رومن حرف اختیار کر لئے ہیں، اور شاید وہ دن زیادہ دور نہیں کہ قوطی حرف ایک قصہ ماضیہ بن کر رہ جائیں۔

### رومن رسم خط کی خصوصیات

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر رومن لی مین وہ کیا خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ شمال و مغرب میں آٹس لینڈ اور جنوب و مشرق میں اندونیشیا تک پھیل گئی ہے۔ اگر ہم اس لی کا ہندستان کی دو لپیوں یعنی ہندی اور اردو سے مقابلہ کریں تو بہتر ہو گا۔ دیوناگری رسم خط کے برخلاف رومن حروف اصلاً متحرک نہیں بلکہ ساکن ہیں، چنانچہ آواز کے ادغام کی وجہ سے رومن حروف کو مدغم کرنے کے لئے انکی شکل بدلنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ دیوناگری لی مین جس حرف کو ساکن کرنا مقصود ہو یا تو اس کے نیچے سکون کی علامت لگانا پڑے گی جو ایک طرح سے معیوب سمجھی جاتی ہے، ورنہ پھر سن یکتا کشر کے اصول پر ساکن حرف کے ایک حصے کو، جو زیادہ تر حرکت کی اندرونی علامت یعنی سیدھی لکیر پر مشتمل ہوتا ہے، گرا دینا پڑے گا۔ مثال کے طور پر لفظ «ہندستان» کو لیجئے۔ اس کی صحیح املا हि-दु-स्तान ہے۔ اس میں ن اور स دونوں کی حرکت کی علامت کو گرا کر باقی ماندہ شوشے اگلے حروفون یعنی द اور त کے ساتھ ملانے پڑھیں تاکہ زبر کی آواز ساقط ہو جائے، اس لئے کہ اگر علامت کو نہ گرایا گیا اور پورے پورے حرف لکھے گئے تو اس کی املا हि-न-दु-स्तान ہو گی۔



اور تلفظ  $\text{ہین د س تان}$  ہو جائے گا۔ بعض دفعہ تو تین تین حرفوں کو ایک دوسرے ساتھ مدغم کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے پیچیدگی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایک تباہن رومن رسم خط اور دیوناگری رسم خط کے درمیان یہ بھی ہے کہ دیوناگری رسم خط میں نفسی یا ترخیم شدہ حرفوں کے لئے اصل حرفوں سے مختلف شکلیں ہوتی ہیں جس سے مبتدی کو کافی دقت ہوتی ہے۔ مثلاً سادہ ب  $\text{ब}$  کی شکل ایک ہے اور اگر بھ لکھا جائے تو اس کی صورت  $\text{भ}$  بالکل بدل جاتی ہے ۱۱۔ ملے جلے حروف کا مسئلہ اردو رسم خط میں ایک حد تک ہندی سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے اس لئے کہ یہاں بعض حروف کی شکلیں لفظ میں حرف کے مقام کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں یعنی اگر حرف لفظ کی ابتدا میں آئے تو اس کی شکل ایک ہوتی ہے، بیچ میں آئے تو دوسری اور آخر میں آئے تو تیسری۔ یہ پیچیدگی لوہے کے چھاپے میں بہت زیادہ عیاں ہو جاتی ہے۔ لوہے کے ٹائپ میں ۲۴ پائنٹ نستعلیق کے لئے علاوہ اعراب علامات اور اعداد کے، یعنی صرف حروف کی حد تک ۶۵۹ شکلیں درکار ہیں، اور ان کے ہر اکہرے مجموعے یا فاؤنٹ کا وزن  $2\frac{1}{4}$  من ہو گا!! اسی ناپ کے نسخ ٹائپ کے لئے ۲۷۸ شکلیں، حیدرآباد کے سرکاری مطبع کے ایجاد کردہ خط عثمانی کے لئے ۹۰ شکلیں، اور جناب سجاد مرزا کے بنیادی ٹائپ کے لئے ۷۹ شکلوں کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے برعکس نئے ترکی رسم خط کے لئے، جو ترکی ضروریات کے اعتبار سے اصلاح شدہ رومن ہے، اصل میں صرف ۲۵ شکلوں کی ضرورت تھی، لیکن چونکہ انہوں نے کیپٹل حروف کو بھی رواج

۱۱۔ دیوناگری میں ایسے سن یکتا کثرون کی شکلیں پانچ سر کے قریب ہیں  
۱۲۔ اسی طرح ملاحظہ ہو  $\text{क}$  اور  $\text{ख}$ ،  $\text{ग}$  اور  $\text{घ}$ ؛  $\text{च}$  اور  $\text{छ}$ ؛  $\text{ज}$  اور  $\text{झ}$  وغیرہ



## صوتیاتی اصول

دیا ہے اس لئے ٹائپ کی شکلوں کی تعداد دوگنی سمجھنی چاہئے۔ اگر یہ اصول ٹھیک ہے کہ ”ٹائپ سازی میں حروف کی پائیداری، حروف اور جوڑوں کی تعداد میں کمی، کمپازٹر کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولت کا فراہم ہونا، کم سے کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ مضمون کا کمپوز ہونا اور سیدھے سے کم سے کم استعمال“، کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر رومن ٹائپ حرف آخر سمجھنا چاہئے اس لئے کہ اس میں یہ سب خصوصیتیں پائی جاتی ہیں<sup>۱۲</sup>۔

## صوتیاتی اصول

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ اس وقت کم و بیش ۵۵ ایسی زبانیں ہیں جو رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں، اور یہ زبانیں تمام اقلیموں میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے مخرج بھی جدا جدا ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رومن رسم خط میں اس کی کامل صلاحیت ہے کہ ادھر ادھر تھوڑی بہت ترمیم کر کے ہر زبان کے صحیح اور عالی حروف کے مخرج ادا ہو سکیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض ایسی زبانیں ہیں جو رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں لیکن امتداد زمانہ سے ان کے صوتیاتی اصول سے حروف کی آواز کو کافی گریز ہو گیا ہے۔ انگریزی کو لیجئے؛ اس زبان کے ہجوں اور تلفظ سے زیادہ بے اصولی شکل سے کسی زبان میں دیکھنے میں آ سکتی ہے۔ انگریزی میں حرف u سے زبر کی آواز بھی نکلتی ہے جیسے but، زیر کی بھی جیسے busy اور پیش کی بھی جیسے put؛ اسی طرح gh کبھی گھ، ہو

۱۲۔ دیکھئے ”نمونہ جات ٹائپ“ ایجاد کردہ سر رشتہ طباعت سرکار عالی حیدر آباد دکن؛ نیز ”اردو رسم خط“ ص ۲۴۔



جاتا ہے جیسے ghoul کبھی گ کی آواز دیتا ہے جیسے ghost کبھی ف کی آواز دیتا ہے جیسے cough کبھی کوئی آواز نہیں دیتا، جیسے bough؛ مگر یہ رومن لی کا قصور نہیں بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابتدا میں تو انگریزی زبان کے لئے رومن حروف کو اختیار کرتے وقت خالص صوتیاتی اصول کو پیش رکھا گیا تھا، یعنی ہر آواز کیلئے ایک ہی حرف کافی سمجھا گیا تھا، لیکن یہ بنیاد قائم نہیں رہی اور اب تو انگریزی زبان کے ہجے میں کسی قسم کا اصول ہی باقی نہیں رہا<sup>۱۲</sup>۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ رومن حروف کی روش ہر زبان میں انگریزی کی طرح غیر معین ہے۔ ہر زبان میں رومن حروف کی آوازیں اس زبان کے اصول کے مطابق معین کی گئی ہیں یہاں تک کہ دوسری زبانوں میں جا کر رومن حروف رومن نہیں رہتے بلکہ انگریزی، فرانسیسی، اطالوی یا ترکی بن جاتے ہیں، اور اگر کسی زبان میں ایسی کوئی آوازیں ہیں جو بنیادی رومن لی میں نہیں پائی جاتیں تو تھوڑے سے تصرف کے بعد ان ہی حروف میں یہ آوازیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر چ کے تلفظ کو لیجئے جو بنیادی رومن میں نہیں پایا جاتا۔ جب مختلف زبانیں جن میں یہ تلفظ عام تھا رومن سانچے میں ڈھالی گئیں تو ہر ایک میں یہ آواز مختلف طرز سے پیدا کی گئی اور اس کے لئے مرکبات ایجاد کئے گئے۔ مثلاً اس آواز کے لئے انگریزی میں ch فرانسیسی میں tch اطالوی میں ci اور ترکی میں c مقرر کی گئی۔ یہی کیفیت

۱۳۔ ہر شخص کو علم ہے کہ انگریز اصول پرست نہیں ہوتے بلکہ موقع محل کے اعتبار سے عمل کرتے ہیں۔ اس عادت کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ انگلستان ہی ایسا ملک ہے جس میں یہاں کے سیاسی دستور کو تحریر میں نہیں لایا گیا؛ یہی وجہ ہے کہ یہاں کا دستور بھول بھلیوں میں گریا پھنس کر رہ گیا ہے۔



## صوتیاتی اصول

حروف علت کی ہے، اور سوائے انگریزی کے باقی تقریباً ہر زبان میں ان حرفوں کا تعین ایک بڑی حد تک تلفظ کے اعتبار سے کیا گیا ہے مثلاً فرانسیسی میں *ai* کی آواز تقریباً ہمیشہ *ɛ* کی اور *au* کی آواز *o* کی ہوگی۔ یورپی زبانوں میں نون غنہ زیادہ تر دو زبانوں یعنی فرانسیسی اور پرتگیزی میں آتا ہے۔ پرتگیزی میں اس آواز کا اظہار حرف علت پر ایک مد لگانے سے کیا جاتا ہے، جیسے *Damao*، جو ناسک کے قریب ایک پرتگیزی نوآبادی کا نام ہے؛ فرانسیسی میں یہ اصول مقرر کیا گیا ہے کہ لفظ کے کسی جزو کے آخر میں *m* یا *n* ہو اور اس کے پہلے کوئی حرف علت ہو تو ان حرفوں کی آواز نون غنہ کی ہو جائے گی۔ اسی طرح حرف صحیح *t* کو لیجئے؛ شمالی تیوتانی زبانوں میں، جن میں انگریزی بھی شامل ہے *t* کی قدر ہمارے *ٹ* کے برابر ہے، اور جیسے جیسے آپ شمالی ملکوں کی طرف جائیں گے اس کی آواز میں انگریزی سے بھی زیادہ سختی ہوتی جائے گی؛ لیکن یہی *t* رومانی زبانوں میں جن کا ماخذ لاتینی ہے، بالکل *t* ہو جائے گی، چنانچہ جنوبی فرانس کی گیسکونی بولی، ہسپانوی، پرتگیزی، اطالوی اور دوسری جنوبی زبانوں میں *t* کے تلفظ اور ہماری *t* کے تلفظ میں مطلق کوئی فرق نہیں رہتا۔ اصل میں رومن حروف کے تلفظ میں بست و کشاد کی یہی گنجائش ہے جس کی وجہ سے یہ رسم خط برابر پھیلتا جا رہا ہے، اور ان زبانوں کو جن کا رجحان اس رسم خط کی طرف حال ہی میں ہوا ہے انہیں اسے اختیار کرنے میں کوئی تکلف نہیں ہوا، اور وہ خود اپنے تلفظ کے اعتبار سے اسے رائج کر رہی ہیں۔

ایک اور مثال کے طور پر ترکی کو لیجئے۔ ترکوں سے کبھی بھی *ق* اور *خ* کے مخرج ادا نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح اگر کسی لفظ کے آخر میں یا لفظ کے کسی جزو



کے آخر میں ب ہوتا اور اس سے پہلے کوئی حرف علت ہوتا تو ب کا تلفظ پ کا ہو جاتا اور ج ہوتا تو اس کا تلفظ چ کا ہو جاتا۔ اسی طرح ان کے حروف ہجا میں ایک حرف تھا جسے کاف نوئی کہتے اور جو «ك» پر تین نقطے لگا کر لکھا جاتا تھا۔ اب «ینی ترکچہ» یا نئی ترکی (یعنی رومن) رسم خط میں کاف نوئی یا «ن» کے درمیان کوئی فرق رکھا گیا اور نہ ق اور خ کے لئے کسی خاص رومن حرف کی ضرورت سمجھی گئی، اور «جیسی بولی ویسی لکھاوٹ» کا اصول تسلیم ہی نہیں کر لیا گیا بلکہ اس پر عمل بھی فی الفور شروع کر دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حال میں جہاں کہیں بھی اس رسم خط کا رواج پڑا ہے، وسط ایشیا کے فارسی یا ترکی بولنے والوں میں ہو یا اندونیشیا میں، اسی اصول پر عمل ہوتا آیا ہے۔ اس طرح لیون میں جو پیچیدگیان تھیں وہ رفع ہو گئیں اور نئے حرف پہلے سے بھی زیادہ زبان کے اجزا بن گئے ۱۴۔

### غیر زبانوں کے اعلام

اگر ہم ان زبان کی لیون پر غور کریں جن کی لکھاوٹ حرفون سے مرکب ہے ۱۵ تو ہم محسوس کریں گے کہ ان میں سب سے کم حرف رومن لی میں ہیں، مثلاً یونانی میں ۲۴ حرف ہیں، جرمن یعنی قوطی میں ۲۶، عربی میں ۳۰، فارسی میں ۱۴۔ مثال کے طور پر ترکی زبان کے پرانے رسم خط کی پیچیدگیوں کے لئے دیکھئے محبوب عالم مرحوم کی کتاب «قواعد ترکی» لاہور سنہ ۱۹۰۴ باب (۱۵)۔

۱۵۔ ایسی زبانوں میں جن میں حرف نہیں بلکہ لفظ اکھئے جاتے ہیں چینی زبان سب سے ممتاز ہے یہ زبان ideography خیال نگاری، تصویر نگاری pictography پر مبنی ہے۔ اور اس کی علامتیں پورے پورے لفظوں، چیزوں اور خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ دیکھئے:

‘Pei : The world’s chief languages



## غیر زبانوں کے اعلام

۳۵، اردو میں ۳۷ اور ناگری میں ۵۵؛ رہا رومن رسم خط تو جیسا اوپر عرض کیا گیا ہے، ابتدا میں اس میں صرف ۲۳ حرف تھے، اور اب ۲۶ ہیں۔ ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ رومن لکھاوٹ میں غیر زبانوں کے لفظوں اور ناموں کا تلفظ نسبتاً آسانی سے ادا ہو سکتا ہے، یہ ضرور ہے کہ آواز کا اتار چڑھاؤ جو ہر زبان کی گویا جان ہوتا ہے خواہ وہ کسی لکھاوٹ میں لکھی جائے کسی رسم خط سے ادا نہیں ہو سکتا؛ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ کسی رسم خط کا ڈھانچہ جتنا سادہ ہوگا اتنی ہی آسانی سے دوسری کسی زبان کے الفاظ اس میں اتارے جاسکیں گے۔ جو اصحاب سائنس یا کسی خاص فن کی عربی کتابوں سے واقف ہیں انہیں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ ان کتابوں میں جہان جہان غیر ملکوں کے سائنسدانوں، سیاستدانوں، تاریخ شناسوں کا ذکر آتا ہے وہاں عرب مصنف صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ ان کو عربی رسم خط میں لکھ دین بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی ضرورت سمجھتے ہیں کہ انہیں عربی کے ساتھ رومن رسم خط میں بھی لکھا جائے۔ خود عثمانیہ یونیورسٹی میں ابتدا ہی سے، یعنی جب سے یورپ کی بڑی بڑی کتابوں کے ترجمے کا کام شروع ہوا اور غیر ایشیائی لفظوں کو اردو املا میں لکھنے کی ضرورت پیش آئی، اسی وقت سے مترجموں کو بڑی دقت ہوئی کہ غیر زبانوں کے اعلام اور الفاظ کو اردو میں کیسے لکھا جائے اور مترجم نے جیسا چاہا اس کی املا لکھی لیکن جب تاریخ یورپ کی کتابوں کے ترجمے شروع ہوئے تو یہ دقت بہت زیادہ بڑھ گئی اور نواب علی یاور جنگ بہادر کی تحریک پر (جو اس وقت معتمد امور دستوری تھے) ایک کمیٹی بنی کہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اطالوی الفاظ کو اردو میں ڈھالنے کے طریقے معین کرے۔ اس کمیٹی کی مختلف ذیلی مجلسوں نے کئی



مہینے تک کام کیا اور کوشش کی کہ جہاں تک ہو سکے ان سب زبانوں کا صحیح تلفظ جن کے نام ترجموں میں آئیں مختلف قسم کے اعراب لگا کر اردو لکھاؤٹ کے ذریعے سے ادا کیا جائے۔ لیکن ہمیں اس کے اتنی علامتیں بنانی پڑیں کہ اس کمیٹی کی روداد ایک اچھا خاصا ضخیم رسالہ بن گیا۔ اس زمانے میں دارالترجمہ کے ناظم پروفیسر الیاس برنی صاحب تھے۔ اور شاید اس اسکیم کو ناقابل عمل سمجھ کر انہوں نے اس روداد کو کسی عمدہ فائل میں نہایت احتیاط کے ساتھ رکھ دیا، اور اب مشکل سے کسی کو اس کا علم ہوگا کہ وہ اسکیم کہاں ہے<sup>۱۶</sup>۔

### عربی رسم خط

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ اردو لکھاؤٹ مشکل سے اس کی متحمل ہو سکتی ہے کہ دوسری زبانوں کا صحیح تلفظ اس میں ادا کیا جاسکے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ عربی میں (جس سے ہماری زبان کی لکھاؤٹ نکلی ہے) اس کی کوشش ہی نہیں کی جاتی کہ دوسری زبانوں کے لفظوں یا دوسرے ملکوں کے ناموں کو ہو لکھا جائے، بلکہ انہیں معرب کر لیا جاتا ہے جس کے لئے خاص خاص اصول موجود ہیں، اور ہر حرف کا مقام اور اس کا تلفظ معین ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جب عربی حروف ہجاء کا اطلاق دوسری زبانوں پر کیا گیا تو نئی آوازوں کے اظہار کے لئے اصلی

۱۶۔ ان علامتوں کی ایک جہاں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی کتاب «فانوں بین الممالک» میں ملے گی۔ ڈاکٹر صاحب اس کمیٹی کی کئی ذیلی مجلسوں کے ممبر تھے اور شاید وہی ایک ممبر تھے جنہوں نے اپنی کتابوں میں ان علامتوں سے بعض کو استعمال کیا جنہیں کمیٹی نے منظور کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں، املا اور اعراب، کے نام سے ایک دیباچہ لکھا اور نئے اعراب کے استعمال کی مثالیں دیں ساتھ ہی انہوں نے بعض نئے حروف بھی تجویز کئے ہیں جیسے ف کے اوپر تین نقطے، و کے نیچے دو نقطے، ش کے اوپر الٹے تین نقطے وغیرہ



## عربی رسم خط

عربی تلفظ میں تبدیلی کردی گئی اور مختلف قسم کی علامتیں دے کر نئے حرف بنائے گئے، لیکن اس رسم خط کا ڈھانچہ ایسا تھا کہ ان تبدیلیوں کے باوجود غیر زبانوں کی آوازوں کو عربی قالب میں ڈھالنا نہایت دشوار ثابت ہوا ۱۷۔ بلاشبہ عربی رسم خط سے ایک بالکل نئے اصول کی ابتدا ہوئی، وہ یہ کہ اگر مختلف حرفوں کو ایک دوسرے سے ملانے کی ضرورت ہو تو بجائے پورے پورے حرفوں کے ان کی جگہ محض شو شوں کا ملانا کافی ہوگا، اور چونکہ ابتدا میں نہ اعراب تھے نہ شو شے، اس لئے ابتدائی عربی تحریر کو صرف اہل زبان یا وہ غیر لوگ جو عربی کے ماہر تھے پڑھ سکتے تھے۔ اس رسم خط کے ارتقا سے پہلے جو حرف مختلف ملکوں میں رائج تھے وہ یا تو چینی کی طرح تصویر نگاری کے اصول پر مبنی تھے ورنہ یونانی، لاطینی، برہمی اور سنسکرت کی طرح ایسے تھے کہ اگر ادغام کے وقت کسی حرف میں تبدیلی ہوتی بھی تو بہت کم ہوتی تھی۔ عربی رسم خط کا ارتقا عالمی حروف ہجا کے اصول میں ایک بڑی اصلاح تھی، اور اس سے وقت بھی بچتا تھا، کاغذ بھی، ساتھ ہی نوک پلک اور تناسب کے باعث اس طرز تحریر کو جمالیاتی نقطہ نظر سے ایک خاص امتیاز حاصل ہو گیا، چنانچہ اس سے وہ کوئی خط نکلا جو آج بھی افریقی اور مغربی عبارتوں میں اپنی خوبصورتی اور دیدہ زیبی کی وجہ سے لاثانی ہے۔ برخلاف دوسری زبانوں کے عربی رسم خط میں بجائے حروف کے، الفاظ کو ایک

۱۷۔ مختلف زبانوں کی آوازوں کے لئے عربی حروف میں تصرف :- فارسی کے لئے پ، چ، ژ، گ، اردو کے لئے ٹ، ڈ، ب، ژ، ملایا کی زبان کے لئے ن پر تین نقطے اور غ پر تین نقطے؛ پشتو کے لئے د اور ر کے نیچے ایک ایک چھوٹا دائرہ؛ اسی طرح سندھی کے لئے ب کے نیچے یا اوپر چار نقطے، ف کے اوپر چار نقطے؛ ترکی زبان کے لئے ک پر تین نقطے وغیرہ۔ دیکھئے



خاص تفرد حاصل ہے اور ایک طرح سے ہر لفظ کی حیثیت ان حرفوں سے جداگانہ ہے جس سے وہ مرکب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ باہمی ترکیب میں حرفوں کی جگہ محض اشارے رہ جاتے ہیں اور حروف کی حیثیت محض ثانوی ہو جاتی ہے۔ جب عربی خط فارسی زبان کے لئے استعمال ہونے لگا تو سر زمین ایران میں جو نزاکت اور جمالیات کیلئے مشہور ہے آہستہ آہستہ نستعلیق کی بنیاد پڑی اور یہ رسم خط خطاطی سے نکل کر گویا نقاشی کے حدود میں داخل ہو گیا؛ چنانچہ ایک ایک حرف میں نقاشی کی خوبی، مصوری کی نزاکت، اور وہ حسن و انداز پیدا کیا گیا کہ ہر لفظ بجائے خود ایک تصویر بن گیا۔

### چھاپے کی دقتیں

جہاں تک لکھاؤٹ کا تعلق ہے، نستعلیق کی خوبصورتی اور مقبولیت کا مقابلہ کوئی دوسری زبان مشکل سے کر سکتی ہے۔ مغل بادشاہ، شاہزادے اور شاہزادیان اس کی مشق کرنے لگیں، اور ہمارے ملک میں نستعلیق تحریر میں وہ امتیاز پیدا کیا گیا جس کا دوسری کسی تحریر میں ملنا مشکل ہے۔ دقتوں کا سامنا ہندوستان میں چھاپے کے رواج کے ساتھ ہوا۔ یوں تو مروجہ عربی خط یعنی نسخ کا ٹائپ یورپ میں سولہویں صدی ہی میں ایجاد ہو چکا تھا، لیکن نستعلیق کی نزاکتوں، اس کے نوک پلک اور بعض حرفوں کی بیٹھک کی وجہ سے باوجود انتہائی کاوش کے اس کا ٹائپ آج تک حسب دل خواہ مکمل نہیں ہوا<sup>۱۸</sup> پتھر کا چھاپا انیسویں صدی کے ابتدا میں دریافت ہوا تھا، لیکن وہ آج کل کی ضروریات کے اعتبار سے بالکل ناموزون ہے اور کم سے کم اردو زبان کی حد تک وہ اسی نوبت پر ہے جس نوبت پر



## رومن فارسی

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے تھا۔ یہ دیکھ کر رشک ہوتا ہے کہ ایسی ایسی زبانیں جیسے تامل یا ملایالم، جن کے بولنے والے چند لاکھ نفوس سے زیادہ نہیں، ان میں بہترین طباعت کے اخبار اور رسالے اور اعلیٰ درجے کی دیدہ زیب کتابیں نکالیں، اور اردو میں جس کی بابت ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ ملک بھر کی مشترک زبان ہے، اس کے اخبار ایسے ہوں کہ پڑھنے میں تکلف ہو، اور ان رسالوں میں جنہیں ہم معیاری کہہ سکتے ہیں بیسیوں غلطیاں بھری ہوئی ہوں۔ آپ کسی بکسٹال پر جائے اور ایک طرف ہندی اور تلنگی کے اخبار اور رسالوں کا معیار ملاحظہ کیجئے، اور دوسری جانب اردو اخبار اور رسالوں کی ورق گردانی کیجئے اور پھر سوچئے کہ کم سے کم طباعت کے اعتبار سے بقا ان میں سے کسے حاصل ہوگی۔ اگر ہم بنیادی تعلیم کے مسئلے کو پیش نظر رکھیں تو لیتھو تو ایک دن بھی نہیں چل سکتا، اس لئے کہ علاوہ اس دیر کے جو پتھر کے چھاپے کے مختلف مرحلوں کی وجہ سے ہونی لازم ہے، ایک کاپی میں ایک ہزار سے زیادہ نسخے نہیں چھپ سکتے، درالحالیکہ لیتو ٹائپ اور مانو ٹائپ میں ایک ایک گھنٹے میں ڈھائی ڈھائی تین تین لاکھ دابین نکل سکتی ہیں۔

## رومن فارسی

اردو زبان کے لئے رومن رسم خط کو محدود رواج دینے کے سوال پر غور کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسی مشرقی زبانوں کا ذکر کیا جائے جنہوں نے اس رسم خط کو اپنا لیا ہے۔ حال کے زمانے میں جس قوم نے اس تحریک میں پہل کی وہ وسطی ایشیا اور قفقاز کے ایرانی اور ترک تھے جنہوں نے سنہ ۱۹۲۰ء سے سنہ ۱۹۲۷ء تک کے زمانے میں فارسی اور ترکی کو رومن زبان کا قالب پہنایا، گو انہیں شاید سیاسی دباؤ میں آکر سنہ ۱۹۳۶ء میں اسے چھوڑ کر روسی



## رومن لی

لی کو اختیار کرنا پڑا۔ سوویٹ یونین کی فارسی بولنے والی آبادی تیں رقبون میں پھیلی ہوئی ہے جن میں سے آذربائیجان کا جمہوریہ تو ایران کے شمال و مغرب میں واقع ہے اور ترکمنستان اور تاجکستان کے جمہورئے افغانستان کے شمال اور ایران کے مغرب میں ہیں، اور ان تینوں میں کم و بیش پچاس لاکھ لوگون کی مادری زبان فارسی ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے انقلاب کے بعد ان جمہوریوں نے یہ طے کیا کہ بنیادی تعلیم کے فروغ اور کامیاب صحافت کے لئے یہ ضروری ہے کہ رومن حروف اختیار کئے جائیں۔ انہوں نے سب سے پہلے یہ اصول بنایا کہ اس کے لئے خالص فارسی تلفظ کا اتباع کرنا ضروری ہے ورنہ خود اہل زبان مبتدی کو پڑھنے میں دقت ہوگی، اور جس مقصد کو پورا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ فوت ہو جائے گا نیز چونکہ ترکمنستان اور تاجکستان کے فارسی تلفظ میں فرق تھا اس لئے اس فرق کو رومن حروف خصوصاً حروف علت کے ذریعہ سے صاف کر دیا گیا۔ نیچے صرف وہ حروف پیش کئے جاتے ہیں جن کا تلفظ غیر معمولی ہے اور جن میں خاص طور پر فارسی تلفظ کا خیال کیا گیا ہے :

d = د؛ الٹی e (ə) = زبر، جس کا تلفظ فارسی میں کم و بیش ”آے“ کا ہوتا ہے، جیسے Kərd کرد، Lalə لالہ، gurbə گربہ، t = ت؛ x = خ، جیسے xana خانہ c = چ؛ c = ج؛ h = ح، جیسے inha، حسن Həsən؛ s = ش؛ u = او، جیسے ahu، ی = i، جیسے Enaiat عنایت؛ q = غ (اس لئے کہ ایران اور تاجکستان میں ق کا تلفظ غ کا سا ہوتا ہے)؛ 0 = پیش، جیسے gorg گرگ، golzar گلزار؛ ع کے لئے صرف ایک شوشہ کافی سمجھا



## ترکی

وسطی ایشیا کے بعد جس ملک نے رومن رسم خط اختیار کر کے گویا دنیا کی توجہ اپنے ادبیات، تاریخ اور فنون کی طرف مرکوز کی وہ ترکی تھا۔ مصطفیٰ کمال پاشا سنہ ۱۹۲۲ء میں ترکی کے صدر مقرر ہوئے اور اپنا عہدہ سنبھالتے ہی ملک کی ہر جہتی اصلاح کا سوچنے اور اس کی طرف اقدام کرنے لگے۔ ترکی زبان کو رومن حروف میں ڈھالنے کا جو مقصد تھا وہ خود ان کی زبان سے سن لیجئے:

» ملت ترکیہ! آسان رسم خط کو اختیار کر کے تھوڑی سی محنت کے ساتھ جہالت سے آزاد ہو جاؤ اور اپنی خوبصورت زبان کے لئے ایک آسان اور مناسب واسطہ اختیار کرو۔ ہم نے جدید ترکی حروف کو شہروں اور گاؤں میں، بچوں اور بوڑھوں پر آزمایا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ تھوڑے ہی سے عرصے میں اپنی پیاری زبان کو سیکھ لیتے ہیں۔ تم خود سوچو کہ کسی قوم کی ہیئت اجتماعیہ کے لئے ۸۰ فی صدی آبادی کا حرف شناس نہ ہونا کس قدر عیب کی بات ہے، لیکن اس وقت ہمارے ملک کی بھی کیفیت ہے۔ نئے حروف کو اختیار

۱۹۔ دیکھئے تاجکستان کے Alifbo سنہ ۱۹۳۲ء اور ترکمنستان کی Elifba سنہ ۱۹۳۶ء۔ ہمارے لئے یہ حصے خاص دلچسپی کا باعث ہیں اس لئے کہ آذربائیجان کا صدر مقام گنجه مشہور فارسی شاعر نظامی گنجوی کا مولد مسکن تھا، اور تاجکستان و ترکمنستان میں فرغانہ خیوا اور بخارا کے علاقے شامل ہیں جن کا ہندستان کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ نیز ملاحظہ کیجئے راقم الحروف کا مضمون » رومن حروف دوسرے ملکوں میں (۲) فارسی « رسالہ » ہماری زبان « علیگڑھ، ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء



کرنے سے اکثر دقتیں دور ہو جائیں گی اور پڑھنا لکھنا عام ہو جائے گا۔<sup>۲۰</sup> اتا ترک کو اس بات کا اچھی طرح سے احساس تھا کہ رسم خط کی اصلاح خواہ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو یہ اتنا آسان کام نہیں کہ چشم زدن میں انقلاب ہو جائے بلکہ اسے کئی ارتقائی منزلیں طے کرنی پڑیں گی، ورنہ اگر سیکڑوں برس پرانے حروف کو حکماً بدلا گیا تو سخت بے چینی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یکم نومبر سنہ ۱۹۲۸ ع کو ایک قانون کے ذریعہ سے بجائے عربی ہندسوں کے یورپی ہندسے یہ کہہ کر مروج کئے گئے کہ اس سے بین الاقوامی رسل و رسائل اور دادوستد میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اس کے ایک سال بعد یہ حکم نکالا گیا کہ تمام سول اور فوجی اداروں اور ان کے علاوہ دوسرے سرکاری وغیرہ سرکاری اداروں میں رومن لکھاؤٹ کی تعلیم دی جانی چاہئے؛ تیسرے مرحلے میں تمام سرکاری کاغذات میں عربی اور رومن دونوں رسم خط کا استعمال لازم کر دیا گیا، اور مدت تک تمام اخبار اور رسالے دونوں لکھاؤٹوں میں متوازی طور پر چھپتے رہے۔ آخر پورے دس سال کے بعد سنہ ۱۹۳۸ ع میں ترکی زبان کے لئے عربی حروف کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔<sup>۲۱</sup>

۲۰۔ یہ کمال اتاترک کی اس تقریر کا ایک جزو ہے جو انہوں نے ۹ اگست سنہ ۱۹۲۸ ع کو کی تھی یہ تقریر ترکی کتاب Tarih ص ۲۵۴ پر چھپی ہے

۲۱۔ دیکھیے Kral, Kemal Ataturk's Land ص ۶۶ نئے حرف رائج کرنے کے لئے سنہ ۱۹۳۶ کے بعد اس بارے میں بہت سختیاں کی گئیں اور اس غرض سے کہ نئی پود عربی حروف کو بالکل بھول جائے مدارس سے عربی زبان تک کو خارج کر دیا گیا۔ راقم الحروف جب سنہ ۱۹۳۸ میں استنبول میں تھا اس وقت عربی رسم خط کی تعلیم بالکل مسدود تھی مجھ سے پروفیسر مکرمین خلیل نے جو اس زمانے میں استنبول یونیورسٹی میں وسطی زمانے کی ترکی تاریخ کے پروفیسر تھے، کہا تھا کہ دس سال بعد =



اوپر اس کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ جتنی زبانیں حال میں رومن حروف کو اختیار کرتی جارہی ہیں ان میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ جہان تک ہو سکے جیسا لکھا جائے ویسا ہی پڑھا بھی جائے۔ اسی اصول پر جو حروف ترکی زبان میں ادا نہیں کئے جاتے بلکہ ان کا تلفظ ٹکسالی سے جدا گانہ ہے ان کے لئے وہ رومن حروف اختیار کئے ہیں جن کی مناسبت تلفظ سے ہونہ کہ حرف کی اصلی آواز سے۔ مثلاً ترکی مین ق اور خ کا تلفظ ک اور ح جیسا ہے اور بعض جگہ ب کی آواز پ کی سی نکلتی ہے، اسی لئے رومن رسم خط اختیار کرنے میں ق اور خ کے لئے کسی حرف کی ضرورت نہیں پڑی اور جہان ب کا تلفظ پ کا ہے وہاں p رکھا گیا نہ کہ b۔ اس وقت،، یعنی ترکچہ،، یعنی تھے ترکی رسم خط میں صرف ۲۳ بنیادی حرف کافی سمجھے گئے ہیں، اور بعض خاص ترکی آوازیں کے لئے شوشے لگادئے گئے ہیں؛ نیز اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ایک آواز کے لئے صرف ایک ہی حرف یا دو حرفوں کے ایک مجموعے سے زیادہ نہ ہوں۔ اس لئے رسم خط میں حسب ذیل حروف ہیں:

a, a<sup>^</sup>, b, c, c<sup>^</sup>, d, e, f, g, g<sup>^</sup>, h, i, i<sup>^</sup>, i<sup>^</sup>, j, k, l, m, n, o, o<sup>^</sup>, p, r, s, s<sup>^</sup>, t, u, u<sup>^</sup>, u<sup>^</sup>, v, y, z.

ترکی زبان اور ترکی کلچر پر اس تبدیلی کا ایک عظیم اثر پڑا۔ گاؤں گاؤں اور شہر شہر تھے آسان حرف سیکھنے کے لئے مدرسے کھل گئے۔ اور کہاں تو اس ہجائی انقلاب سے پہلے سنہ ۱۹۲۷ء میں حرف شناس ترکوں کا تناسب صرف ۷ فیصدی تھا، اس کے صرف آٹھ سال بعد یعنی سنہ ۱۹۳۹ء میں ۳۰ فیصدی ترک پڑھنا لکھنا

عربی زبان اور عربی رسم خط از سر نو مدرسوں میں پڑھائے جانے لگے اس لئے کہ اس وقت تک ترک اپنے پرانے رسم خط کو بھول چکے ہونگے۔ سنہ ۱۹۴۹ء سے عربی زبان کی تمام از سر نو مدرسوں میں جاری ہو گئی ہے۔ دیکھئے بری کتاب «یورپ جگ سے پہلے» باب ۳۔ ص ۴۳۔



سیکھتے چکے تھے۔<sup>۲۲</sup> عام خیال یہ ہے کہ رسم خط بدل جانے سے قوم اپنی تاریخ اور کلچر سے بیگانہ ہو جاتی ہے، لیکن جہاں تک ترکوں کا تعلق ہے یہ خیال واقعے سے خلاف ہے۔ نئے حروف کا رواج ہوتے ہی ترکی میں یہ تحریک شروع ہو گئی تھی کہ جن ادبی، حکمیاتی، کلچری خزانوں سے ترکی زبان بھری ہوئی ہے انہیں نئے ترکی رسم خط میں منتقل کیا جائے تاکہ لوگ ان سے بڑی تعداد میں مستفید ہو سکیں، اور سنہ ۱۹۳۸ اور اس کے بعد کے برسوں میں جو تحریک لسانی اعتبار سے سب سے نمایاں تھی وہ یہ تھی کہ ترکی زبان کی ان کتابوں کو جو عربی حروف میں ہیں نئے رومن حروف میں منتقل کیا جائے۔

#### اندونیشی

ترکوں کے رومن رسم خط اختیار کرنے کا اثر ڈیڑھ کروڑ آبادی بلکہ اس سے بھی کم نفوس پر پڑا۔ لیکن جب ایشیا کے جنوب و مشرقی گوشے میں اندونیشیا کی سرکاری زبان اس رسم خط میں لکھی جانے لگی تو اس سے تقریباً سات کروڑ نفوس متاثر ہوئے۔ اس مجمع الجزائر میں جو دو ہزار سے زیادہ جزایروں پر مشتمل ہے کم و بیش ۲۵ مستقل زبانیں اور ڈھائی سو کے قریب مقامی بولیاں بولی

۲۲۔ ہجائی انقلاب سے پہلے یعنی سنہ ۱۹۲۷ ع میں منجملہ ایک کروڑ ۳۶ لاکھ آبادی کے صرف ۱۱ لاکھ ترکی زبان کے رائج الوقت خط یعنی عربی سے واقف تھے۔ اس کے برخلاف رسم خط کے انقلاب کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس وقت ۲۰ فیصد سے زیادہ مرد اور ۱۸ فیصد سے زیادہ عورتیں رومن رسم خط سے واقف ہو گئی ہیں۔ اسی طرح سنہ ۱۹۲۷ ع میں ۳ لاکھ ۳۳ ہزار لڑکے اور ۱ ہزار لڑکیاں تعلیم پاتے تھے۔ ۱۹۵۰ ع میں

دس لاکھ لڑکے اور چھ لاکھ لڑکیاں زیر تعلیم تھے دیکھئے Statesman's Year Book

سنہ ۱۹۲۸ ع اور سنہ ۱۹۵۰ ع۔



جاتی ہیں، اور چار پانچ زبانیں تو ایسی ہیں جن میں کافی لڑچکریا یا جاتا ہے۔ پچھلے پچاس ساٹھ سال سے مشرقی سماترا کی زبان (جو کسی زمانے میں اندونیشیا کی سب سے بڑی سلطنت ”سری وجے“ کی زبان تھی) اس مجمع الجزائر میں پہیلی شروع ہو گئی اور اسکی حیثیت وہی ہو گئی جو چند برس پہلے ہندستان میں اردو زبان کی تھی۔ پچھلی جنگ عظیم میں جب جاپان نے ان جزیروں پر قبضہ کر لیا تو اس زبان کو بڑی تقویت پہونچی اور جب سنہ ۱۹۴۵ء میں اندونیشیا کی آزادی کا اعلان کیا گیا تو اسے باضابطہ سرکاری زبان قرار دیا گیا۔

اندونیشی لوگ زبان کو مدت سے مرعہ عربی خط میں لکھتے تھے، لیکن ولندیزی زمانے ہی سے رومن خط آہستہ آہستہ رواج پاتا گیا، اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اس خط نے ایک قومی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اب اسے بھاسا اندونیشیا کہتے ہیں۔ بعض جزیروں میں اب بھی جاوی اور مرعہ عربی خط رائج، ہیں لیکن تمام جزیروں کی مشترک زبان کا رسم خط اندونیشی یعنی رومن ہی ہے۔ اس کا اسلوب اور تلفظ ایک بڑی حد تک ولندیزی اصول پر مبنی ہے چنانچہ ج کے لئے dz، خ کے لئے ch، ش کے لئے sci، ی کے لئے j، همزه اور ع کے لئے، کا استعمال ہوتا ہے، اور چونکہ ڈ اور ٹ کی آوازیں اندونیشی میں نہیں ہیں۔ اس لئے ت کے لئے t، اور د کے لئے d، رکھے گئے ہیں، اندونیشی ث، ذ، ص، ض، ط، ظ، غ کو عربی مخرج سے نہیں بولتے تھے اس لئے ان حرفوں کے واسطے کسی علامت کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔<sup>۲۲</sup> اس سے اس کا اندازہ

۲۳۔ میں اندونیشی سفارت خانہ دہلی کا اور خاص طور پر ہذا ایکسی لنسی سفیر اندونیشیا کی پرائیوٹ سکرٹری مس مریم صالح کا عنوان ہے کہ انہوں نے اندونیشی زبان اور اس کے رسم خط کے متعلق میری معلومات میں معتد بہ اضافہ کیا۔



ہو جائے گا کہ بعض دوسرے ملکوں میں رومن حروف کو اختیار کرنے کے وقت جو اصول برتے گئے ان کی بہ نسبت اندونیشی طرز کار ناقص ہے اس لئے کہ اس میں ولندیزی ہجائی اصول کا اتباع کر کے بعض آوازوں کے لئے دو دو حرف مقرر کئے گئے ہیں اور وہ ایسے حرف ہیں کہ ان کی ترکیب سے پہلے کچھ آواز تھی اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ ادغام کے بعد ان کی آواز کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے، جیسے d صرف د کے لئے تھی اور z ی کے لئے مگر ان دونوں کو ملانے سے ایک تیسری آواز ج پیدا ہوئی اور اس طرح ایک بالکل مصنوعی تلفظ پیدا کیا گیا۔ اگر نئے ترکی رسم خط کی طرح رومن حروف اختیار کرنے سے پہلے ایک کمیشن مقرر کر دیا جاتا تو یہ اور دوسرے نقائص نہ رہتے اور اندونیشی رسم خط اتنا ہی سائنٹیفک ہو جاتا جیسے تاجکستان اور ترکمنستان یا ترکی کے نئے حروف اور ان کے تلفظ ۲۴۔

### چینی

فارسی بولنے والوں، ترکوں اور اندونیشیوں نے تو رومن تحریر کو سرکاری طور پر اپنا بنا لیا ہے لیکن ان کے علاوہ بعض دوسری ایسی ایشیائی زبانیں ہیں جن کے بولنے والے رومن حروف کو اختیار کرے کی کوشش میں ہیں ۲۴۔ اندونیشی زبان پر ولندیزی تلفظ کے اصول اس حد تک منطبق کئے گئے کہ ابتدا میں پیش یا واؤ معروف کی آواز کے لئے ولندیزی کی طرح oe رکھا گیا تھا، جیسے moein (معین) لیکن حال میں اسے بدل کر اس آواز کے لئے سادہ u کافی سمجھا گیا ہے۔ دیکھئے راقم الحروف کا مضمون « رومن حروف دوسرے ملکوں میں۔ اندونیشیا »، رسالہ « ہماری زبان » علیگڑھ، ۱۵ جون سنہ ۱۹۵۰ ع



صورت حال اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ جو شخص چینی زبان کا ماہر ہونا چاہے اسے کم و بیش چار ہزار شکاون پر عبور رکھنا پڑتا ہے جن میں سے بعض مفرد ہیں بعض مرکب۔ ایک دقت یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ سب شکلیں زیادہ تر خیال نویسی کے اصول پر مبنی ہیں اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ ان کے شمالی تلفظ سے تو واقف ہو لیکن جنوبی چین جانے پر وہ کچھ پڑھ سکے نہ سمجھ سکے۔ یہ کیفیت ایک معمولی مثال سے سمجھ میں آجائے گی۔ کون ایسا ہو گا جو ہند سے «ا» سے واقف نہ ہو گا۔ اب اردو دان اسے «ایک» پڑھے گا، فارسی دان «یک» ترکی دان «بر» انگریزی دان one وغیرہ۔ اور خواہ وہ ریاضی کا کتنا ہی ماہر کیون نہ ہو اگر اسے کسی ملک کی زبان نہیں آتی اور ایک کے لئے اس زبان کے لفظ سے واقف نہیں تو پھر وہ اس اعتبار سے گویا گونگا ہو جائے گا، حالانکہ اس عدد کی شکل سے وہ پوری طور پر واقف ہو گا۔ یہی کیفیت چینی زبان کے ہر حرف یا لفظ کی ہے، اور یہ تعجب خیز نہیں کہ چین اور جاپان دونوں ملکوں میں رومن رسم خط کی تحریک بہت زور پکڑ رہی ہے چینی زبان کو اس کے ماہر SIR Thomas·Wade نے سب سے پہلے رومنا یا اور آواز کے اتار چڑھاؤ کے لئے (جس پر چینی زبان گویا مبنی ہے) بعض علامتوں اور ہندسوں کا استعمال کیا۔ سرکاری طور پر یہ تحریک کہ چینی آرازون کے لئے رومن حروف معین کئے جائیں، سنہ ۱۹۱۸ ع میں شروع ہو گئی اور اس کے لئے خاص اصول بنائے گئے۔ سنہ ۱۹۲۸ ع میں چینی وزارت تعلیمات نے ان پر مکمل نظر ثانی کر کے ایک نظام تیار کر لیا جسے Gwoyen Romatzyh «قومی زبان کا رومنا» کہتے ہیں، اور بہت سے اخبار رسالے اور کتابیں اسی میں چھپنے لگے ہیں۔ چین کے کمیونسٹ



» عوامی جمہورے « کے بر سر اقتدار ہوتے ہی اس نے اس تحریک پر غور کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کی کہ چینی زبان کو سرکاری اغراض کے لئے بالکل رومنا دیا جائے اور کم سے کم تمام سرکاری کاروبار اسی رسم خط میں ہوا کرے۔ اگر چینی زبان کے لئے رومن حروف کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا گیا تو اس میں چار چاند لگ جائیں گے اور دنیا کی ایک نہایت قدیم اور بڑی بڑی روایات کی حامل زبان نہ صرف غیروں کے لئے بلکہ اپنوں کے لئے بھی کھل جائے گی<sup>۲۰</sup>۔

### ہندستان اور رومن لکھاوٹ

رومن رسم خط کی تحریک میں ہمارا ملک کسی سے پیچھے نہیں رہا ہے اور اس کے بہت سے حصوں میں متعدد ایسی انجمنیں بن گئی ہیں جو اس کی مختلف زبانوں کو رومن جامہ پہنا نا چاہتی ہیں۔ ان انجمنوں میں شاید سب سے اہم کلکتے کی انجمن »رومک لی سمیتی«، ہے جس کے صدر کلکتہ یونیورسٹی کے صوتیات کے پروفیسر شری سونیتی کار چڑجی ہیں۔ حال ہی میں سمیتی کے سکریٹری شری پھندرا ناتھ سیٹھ نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہندستان کے مختلف حصوں میں جو تنوع دکھائی دیتا ہے اس کے اندر ایک وحدت چھپی ہوئی ہے اور ملک کے ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ اس ایکتا کو مستحکم کرنے میں مدد دے۔ ان کے نزدیک یہ مقصد ایک حد تک اس سے پورا ہو سکتا ہے کہ تمام ہندستان کی زبانیں ایک ہی

۲۰ دیکھئے V. Simon, The New Official Chinese Script لندن سنہ ۱۹۴۲ جاپانوں نے بھی

۴۷ علامتوں کے، ہر تے ہوئے جن کے ذریعہ سے یہ زبان اکھی جاتی ہے، اپنی زبان کو رومنانے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے Nippon-no-Romazi-Syn (Grammar of Colloquial

Japanese) - میں جناب سجاد مرزا کا مضمون ہون کہ انہوں نے مہربانی کر کے یہ دونوں کتابیں عاریۃ میرے حوالہ کر دین جس کی وجہ سے مجھے یہ پارا لکھنے میں بہت آسانی ہو گئی



## ہندستان اور رومن لکھاوٹ

خط میں لکھی جائیں اور شری سیٹھ کے نزدیک اس کام کے لئے رومن لپی سے بہتر دوسری کوئی لپی نہیں ہو سکتی - اپنے اس دعوے کے ثبوت میں انہوں نے جو دلیلیں پیش کی ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) جتنی لپیان اس وقت رائج ہیں ان سب میں آسان رومن لپی ہی ہے اس لئے کہ :  
(الف) اس کے حرفوں کی شکلیں نہایت سادہ ہیں اور ان میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی ؛

(ب) اس لپی میں کوئی سن یکتا کشر نہیں ہے ؛

(پ) حرفوں کی شکلیں ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں اور ان میں آپس میں التباس ممکن نہیں ؛

(ت) ان حرفوں کو کافی تیزی سے لکھا جاسکتا ہے ؛

(ٹ) کوئی حرف (دیوناگری یا اس کی مماثل لپیوں کے برخلاف) اصلاً متحرک نہیں ؛

(ث) حرفوں کی ساخت ایسی ہے کہ چھوٹے چھوٹے فاؤنٹ میں بھی ایک ایک حرف الگ صاف نظر آتا ہے -

(۲) ان باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے پر اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ ہماری قومی زندگی کے قیام اور استحکام کے لئے رومن حرف نہایت کار آمد ثابت ہوں گے - اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ :

(الف) تجربے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ بچے ہوں یا بڑے ، سب ہی اس رسم خط کے ذریعہ سے اپنی مادری زبان سیکھ سکتے ہیں ؛

(ب) اس کو اختیار کرنے سے روپیہ اور وقت دونوں میں کفایت ہوگی ، اس



لئے کہ ہندوستان کی سب زبانیں چھاپنے کے لئے (بڑے اور چھوٹے دونوں طرح کے حرفوں کے واسطے) پچاس سے زیادہ شکلوں کی ضرورت نہ پڑے گی، حالانکہ دیوناگری میں جو ملک کا سب سے زیادہ رائج رسم خط ہے، تقریباً ۴۵۰ شکلیں درکار ہوتی ہیں؛

(پ) اس کی شدید ضرورت ہے کہ جہاں تک ہو سکے ملک کے ۸۵ فیصد ان پڑھوں کو پڑھایا جاسکے اور اس کے لئے ہندوستان کی تمام لیون سے زیادہ آسان اور سادہ اپی رومن ہی ہے۔

(۳) اس سے کون واقف نہیں کہ متمدن دنیا کے ایک بڑے حصے میں یہ رسم خط رائج ہے اس لئے اگر ہم نے اسے اختیار کر لیا تو:

(الف) دنیا کے ایک بڑے حصے سے ہمارا براہ راست ربط ہو جائے گا؛

(ب) ان زبانوں کو ہم آسانی سے سیکھ سکیں گے جو رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں؛

(پ) ٹائپ رائٹر مٹی نکالنے کی مشینوں وغیرہ کو زیادہ آسانی سے استعمال کر سکیں گے؛

(ت) موریس کوڈ جو بین الاقوامی طور پر تار دینے میں استعمال ہوتا ہے، اسے ہم فوراً ہندوستانی زبانوں کے لئے رائج کر سکیں گے۔

(۴) اس رسم خط کے اختیار کرنے سے وہ اجنبیت دور ہو جائے گی جو مختلف زبانوں کے درمیان اس وقت موجود ہے اور بہت سے لفظ ان زبانوں میں مشترک طور پر رائج ہو جائیں گے۔

(۵) حقیقت یہ ہے کہ سوائے جذبات کے اور کوئی دلیل اس رسم خط کو اختیار



## رومن اردو

کرنے کے خلاف پیش کی جاسکتی،<sup>۲۶</sup> اس مضمون کے ایک اہم حصے کا ترجمہ یہاں اس لئے دیا گیا ہے کہ اس سے بہتر طریقے پر یہ مقدمہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ ان اہم باتوں کے علاوہ بعض باتیں ایسی ہیں جو رومنک لپی سمیٹی کے فاضل سکریٹری کے دھیان سے اتر گئی ہوں گی۔ لیکن رومن رسم خط کی ترویج کے سلسلے میں خصوصاً اردو کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں ایک تو یہ کہ آج سے نہیں بلکہ مدت دراز سے ہندستان کے فوجیوں کو، خواہ وہ کشمیر سے آئے ہوں یا راس کھاری سے، اردو زبان اور رومن خط ہی کے ذریعے سے تعلیم دی جاتی تھی۔ آزادی ملنے کے بعد اردو بدل کر ”ہندستانی“ کر دی گئی، اور یہ ہندستانی رومن رسم خط میں پڑھائی جانے لگی۔ یہ بات دلچسپی کا باعث ہو گی کہ پچھلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے اپنے مقصد کی تبلیغ اور تشہیر کے لئے اردو میں جو لڑیچر شائع کیا، خواہ وہ تصویر دار اخباروں کی شکل میں ہو یا پھر رسالوں یا کتابوں کی شکل میں، اس میں سے زیادہ تر رومن حروف میں چھاپا جاتا اور ریل کی بکسٹالون میں ہاتھوں ہاتھ بک جاتا۔

## رومن اردو

اردو زبان کو انگریزوں نے سب سے پہلے خود اپنے اغراض کے لئے رومن قالب

۲۶. A Roman Alphabet for India ص ۲-۴

۲۷۔ دیکھئے Captain Vasudeva, Alphabetical Charts for Roman Urdu, sanctioned by Army HQ. in India, Bombay, 1949; Captain Vasudeva, Hindustani for the Indian Army Recruits, Test for non-Hindustani Speakers, Vol. I, Bombay, 1949.

ان کتابوں کی زبان نہایت سادہ ہے اور چونکہ تلفظ کا دار مدار اسناد کی زبانی تعلیم پر رکھا گیا ہے اس لئے اس کی باریکدہن پر دھیان نہیں دیا گیا، یہاں تک کہ ت اور ٹ، د اور ڈ میں بھی فرق نہیں رکھا گیا۔



ہین ڈھالا تھا۔ شاید جس مطبوعہ کتاب میں اردو کے لئے رومن خط کا سب سے پہلا استعمال ہوا وہ Gilchrist, English and Hindoostanee Dictionary تھی جسے ہندوستان کے قائم مقام گورنر جنرل سرجان میک فرسن کے نام پر معنون کیا گیا تھا۔ اس کی پہلی ادیشن سنہ ۱۷۸۶ء میں اور دوسری ادیشن سنہ ۱۷۹۸ء میں کلکتہ سے نکلی۔ اس میں اردو تلفظ کے لئے جو رومن حروف مقرر کئے گئے ان میں سے غیر مانوس علامتیں حسب ذیل ہیں:

حروف علت: (زبر) u، (او) oo، (زیر) i، (ای) ee۔

حروف صحیح: (خ) kh، (ح، ہ) h، (گھ) g'h، (غ) gh، (ڈ) d، (د) d، (چ) ch، (ت) t، (س، ص) s، (ڑ) r، (ق) q، (ن غنہ) n'، (کھ) k'h، (ٹ) t۔ اس میں جو بات خاص طور پر لحاظ کے قابل ہے وہ دوہرے o کا او کے لئے اور اکھرے u کا زبر کے لئے استعمال ہے۔ اسی طرح ڈ، ن غنہ، ٹ، ڑ، کی آوازوں کے لئے d' n' t' r' پر شوشے لگادئے گئے ہیں؛ نیز خ اور غ کے لئے kh, gh بغیر کسی علامت کے رکھے گئے ہیں، لیکن کھ اور گھ کے واسطے h سے پہلے k اور g کے بعد ایک شوشہ لگادیا ہے<sup>۲۸</sup>۔ سو برس بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک اردو کو رومن میں لکھنے کے اصول بھی رہے اور اگر تبدیلیاں ہوئیں تو وہ بھی بعض فروعی تھیں، مثلاً Thompson, Oordoo-English Dictionary جسے ممالک مغربی و شمالی (حال اتر پردیس) کے لفٹنٹ گورنر سر چارلس میٹ کاف کے نام پر معنون کیا گیا ہے اور جو سنہ ۱۸۳۷ء میں سیرامپور میں چھپی، ہے اس میں ق کے لئے نقطہ دار k اور خ کے لئے خط کشیدہ kh رکھا

۲۸۔ ملاحظہ کیجئے؛

تیزی tezee، پھراؤ p, hira'o، اڈا udda، ہورا b, hoora



گیا ہے، ورنہ حروف علت کے اعتبار سے اس میں اور گلا-گرسٹ والی ڈکشنری میں کوئی خاص فرق نہیں۔

### عیسائی مشن

اردو کے لئے رومن رسم خط کی اشاعت میں عیسائی مشن اور عیسائی مذہب والوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی آبادی کے ایک بڑے طبقے، یعنی ان عیسائیوں نے جن کی مادری زبان اردو تھی، بغیر کسی دشواری کے آپس کی خط و کتابت کے لئے یہ طریقہ اختیار کر لیا اور ان کے لئے توریت، انجیل، زبور اور دوسری کتابیں نہایت خوش اسلوبی اور صحت کے ساتھ چھپنے لگیں۔ چونکہ تعلیم کو عام کرنا تھا اس لئے اس لٹریچر میں جو اس طبقے کے لئے تیار ہوا، غیر مانوس علامتیں کم سے کم رکھی گئیں، اور عام طور پر صرف چند اشاروں ہی پر اکتفا کیا گیا۔ مثال کے طور پر متی کی انجیل کی ایک عبارت ملاحظہ ہو اور غور فرمایا جائے کہ اس کی زبان بہت صاف ہے اور گو املا کے اعتبار سے کہیں کہیں التباس ہے لیکن پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی:

Yesu ke pairawon<sup>v</sup> ki mubara'rakha'li':

3. Muba'rak hain<sup>v</sup> wuh jo dil ke garib hain, kyunki a'sma'n ki' ba'dsha'hat unhin<sup>v</sup> ki' hai.

4. Muba'rak hain wuh jo gamgi'n hain, kyu'nki wuh tasalli' pa'-enge,

5. Muba'rak hain wuh jo hali'm hain, kyu'nki wuh zami'n ke' wa'ris honge.

6. Muba'rak hain wuh jo ra'stba'zi' ke bhu'ke aur piya'se hain, kyu'nki wuh a'su'da honge ۲۹.



کتاب مقدس میں طویل حروف علت پر صرف ایک شوشہ دیا گیا ہے، غ کے لئے g کے پیٹ میں ایک نقطہ لگا دیا گیا ہے، ع کے لئے ایک و کافی سمجھا گیا ہے، ق کے لئے q کا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی ح اور ہ کے تلفظ میں یا پھر ہمزہ اور ع کی آواز میں کوئی فرق رکھا گیا ہے۔ اصل میں مطلب یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے تحریر کو سہل اور عام فہم کر دیا جائے تاکہ عیسائی طبقے میں حرف شناسی عام ہو جائے۔

### رومن میں عربی فارسی اردو تلفظ کی ادائیگی

اردو زبان کے لئے رومن حروف کو رواج دینے کا مقصد زیادہ تر یہ تھا کہ انگریز بغیر اردو رسم خط سیکھے ہوئے اس زبان سے آشنا ہو جائیں، اور خود اردو دان طبقے میں یہ تحریک بالکل غیر مقبول رہی۔ ادھر ہندستان میں یورپی اعلام اور اصطلاحات کو اردو رسم خط میں لکھنے کی کوشش ہو رہی تھی، ادھر یورپی محقق امتیازی علامات لگا کر رومن حروف کے ذریعے سے اردو اور دوسری مشرقی زبانوں کے صحیح تلفظ کا اظہار کرنے کی سعی کر رہے تھے اردو زبان اور اس کے اصلی تلفظ کو سائنٹفک طور پر رومن حروف میں لکھنے کا سہرا سرولیم گریسن کے سر ہے جنہوں نے اپنی عظیم الشان کتاب ”ہندستان کی لسانیاتی پیمائش“ کی نویں جلد کے پہلے حصے میں اردو، ہندی، ہندستانی کے صحیح تلفظ کو رومن حرفوں میں ظاہر کیا ہے جس محنت اور کاوش سے یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ اس سے ظاہر ہوگی کہ اس ایک جلد میں جس کے ۷۲۳ صفحات ہیں صرف ہماری زبان کی مختلف بولیوں کا تلفظ رومن رسم خط میں دکھایا گیا ہے ۳۰



## رومن میں عربی فارسی اردو تلفظ کی ادائیگی

فاضل مؤلف کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ صرف چند علامات دے کر پیچیدہ سے پیچیدہ اردو ہندی ہند ستانی الفاظ کو کسی نئی غیر مانوس شکل کا اضافہ کئے بغیر رومن رسم خط کا جامہ پہنا دیا ہے اور اس میں عربی، فارسی، سنسکرت مخارج سب کے لئے علامات مقرر کر دی ہیں گریں سن کی کوشش یہ ہے کہ صرف تلفظ ہی نہیں بلکہ اصل مخرج بھی ظاہر ہو، چنانچہ اس نے کہیں رومن حرف کے اوپر کہیں نیچے سے نقطے لگا کر یا لکیر کھینچ کر، کہیں دو حرفوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مدغم کر کے ایک مکمل رسم خط بنایا ہے اور ایسی باریکیاں جیسے ث، ص، ط، ظ اور دوسرے حروف کے اصلی تلفظ میں ہیں انہیں بھی اس کے ذریعے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ علمی اعتبار سے یہ رسم خط بالکل مکمل ہے اس لئے کہ اس میں تلفظ اور اصل مخرج دونوں کا لحاظ کیا گیا ہے، مگر اس کا نظام ایسا نہیں کہ جس کے لکھنے یا جس کے چھاپنے میں آسانی ہو بلکہ پیچیدہ گی شاید پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔<sup>۳۱</sup>

### ٹائپ سے تعصب

لیکن رومن حروف کو انگریزوں کا آلہ کار یا حربہ سمجھنے کی وجہ سے ہندوستانیوں کی ہمدیدان رومن رسم خط سے ہٹنے لگیں، اور ایک زمانہ وہ آیا کہ اردو دان طبقے میں رومن رسم خط کی تحریک بالکل مردہ ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ تعلیم کے پہلاؤ، عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام، اور اخبارات اور رسائل کے بہتر اور زیادہ تعداد میں

- ۳۱

b, 'h, j, d, z, r, s, f, q, k, g, l, m, n, u, w, y,

t, s, h, r, s, z, t, z, d,

ch, kh, zh, sh, gh, h,

a, ā, i, ī, u, ū, e, ē, ai, o, au.



چھپنے کی روز افزون ضرورت کے باعث یہ محسوس ہونے لگا کہ پتھر کا چھاپا عصری ضروریات کے لئے قطعاً ناقص ہے۔ مگر تعصبات آسانی کے ساتھ نہیں مٹتے بعض لوگوں کے خیال کے بموجب عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ کے پہلے دور کی ناکامی کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ کم و بیش ۳۰ برس تک وہ لوہے کے چھاپے کے خلاف تعصب کا شکار رہا۔ آخر سربراہ حیدری مرحوم نے اپنی بالغ نظری اور دور اندیشی سے اس کو بھانپ لیا کہ پتھر کے چھاپے کی جگہ ٹائپ کا استعمال ناگزیر ہے، چنانچہ انہوں نے نستعلیق ٹائپ پر اپنی تمام تر توجہ مبذول کی اور اس پر بے شمار روپیہ خرچ کیا گیا۔ لیکن تجارتی اعتبار سے وہ قطعاً ناکام ثابت ہوا اس پر سر شاہ محمد سلیمان مرحوم اور سجاد مرزا صاحب نے اردو کے لئے اصلاحی رسم خط ایجاد کئے۔ اور دارالطبع سرکار عالی نے بھی مجیدی اور عثمانی خط رائج کرنے کی کوشش کی لیکن باوجود حرفوں کی شکلوں کی تعداد میں کمی کے وہ بھی نہ چل سکے، اور اس تمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم جہاں تھے وہیں ہیں اور ہمارے اخبارات، ہمارے رسالے اور ہماری کتابیں سب کی سب اسی پرانے دقیانوسی پتھروں پر چھپی رہیں جس کی وجہ سے زبان کی ترقی رکی ہوئی ہے ۳۲۔

۳۲۔ دیکھئے سر شاہ محمد سلیمان صاحب کا خطبہ تقسیم اسناد جو انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی کی کانورکیشن کے موقع پر سنہ ۱۹۳۷ ع میں دیا۔ یہ اسکیم اس کے ص ۱۵ پر درج ہے، سجاد مرزا صاحب کے »بنیادی خط« کے لئے دیکھئے اس رسالے کا باب ۱، ص ۲۳ وغیرہ چھپائی کے اعتبار سے مجیدی اور عثمانی ٹائپ میں شکلوں کی تعداد نسخ اور نستعلیق دونوں سے کم ہے یعنی عثمانی خط کے ۱۸ پائٹ کے فاونٹ میں ۹۰ شکلیں اور ۱۲ پائٹ کے مجیدی میں ۱۷۵ شکلیں، لیکن دونوں میں سے ایک بھی رائج نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ ایک تو اس لکھاؤ سے اردو دان طبقہ مانوس نہ تھا۔ دوسرے اگر اعراب کی ۲۲ شکلیں بھی بڑھائی جائیں تو جملہ شکلوں کی تعداد ۱۱۲ اور ۱۹۷ ہو جاتی ہے۔



## رومن رسم خط کی تحریک کا احیاء

ہمارا دعویٰ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اردو زبان تمام ہندستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس لئے اسے ایک کل ہند زبان کہلائے جائے گا حق ہے، لیکن ہم نے شاید کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ اس کے لکھنے پڑھنے والے کتنے ہیں بمبئی کا اردو دان عام طور پر گجراتی رسم خط میں اپنی بولی لکھتا ہے، بنگال والا بنگالی اور اڑیسہ والا اڑیہ اپنی میں اردو کو لکھتا ہے؛ اتر پردیش میں تو مدت سے یہ زبان اردو اور ہندی دونوں حروف میں لکھی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان شاید اردو رسم خط کی مشکلات کی وجہ سے ہندستان کے بعض محدود حصوں کے اب کہیں بھی اس خط میں نہیں لکھی جاتی اردو والوں کا یہ کہنا ہے کہ ہماری زبان میں غیر مانوس الفاظ کو بے تحاشا ٹھوسا جا رہا ہے میں ان سے عرض کروں گا کہ جب تک کم سے کم جزوی طور پر ہم ایسا رسم خط اختیار نہ کریں گے جسے دوسری زبانوں والے آسانی سے پڑھ سکیں، اس وقت تک ہماری تحریریں، ہماری کتابیں اور ہماری الفاظ صدا بصرًا ثابت ہو کر رہ جائیں گے ہماری کیفیت تو وہی ہے کہ۔

ہو تالاب میں مچھلیاں کچھ فراہم وہی ان کی دنیا وہی ان کا عالم  
ہم مگن ہیں کہ ہماری زبان ہندستان کی زبانوں میں سب سے سلیس، سب سے میٹھی  
سب سے سریلی، سب سے عام فہم اور سب سے آسان ہے لیکن ہم جس رسم خط  
میں اپنی خویوں کا عملی پرچار کرتے ہیں انہیں سوائے خود اپنے آپ کے کوئی  
دوسرا نہیں پڑھ سکتا اور ہم کسی دوسرے پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے۔

## رومن رسم خط کی تحریک کا احیاء

یہ وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے بعض اردو پریمیوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ



رومن رسم خط کی تحریک کا احیاء کیا جائے اور موجودہ رسم خط کے متوازی رومن رسم خط کی محدود ترویج پر غور کیا جائے۔ ساتھ ہی جہاں تک ہوسکے کم سے کم نئی علامات کام میں لائی جائیں تاکہ مبتدی کے لئے زبان سیکھنے میں آسانی ہو اس تحریک کو مزید قوت اس وقت پیدا ہوئی جب ترکوں نے اپنی زبان کا رسم خط رومن کر دیا گو پہلے تو ہمارے لوگ اس تبدیلی کو مشتبہ نظر سے دیکھتے لیکن مگر پھر جب ترکی زبان نے اس اصلاح کے بعد ترقی کرنی شروع کی اور تھیں رسم خط کے ذریعے سے پڑھے لکھوں کا تناسب کہاں سے کہاں پہونچا تو اردو والے سوچنے لگے کہ ہمارے رسم خط ہی میں کمی ہوگی کہ نہ اس کے ذریعے سے تعلیم عام ہوتی ہے، نہ اس کے اخباروں اور رسالوں کا مقابلہ ہندستان کی دوسری معمولی زبان کے اخباروں اور رسالوں سے کیا جاسکتا ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جس طرح سب سے پہلے اردو رسم خط کی اصلاح کی تحریک حیدرآباد سے اٹھی تھی اسی طرح حال میں رومن رسم خط کے احیاء کا خیال بھی حیدرآباد ہی سے اٹھا اور سنہ ۱۹۲۷ء میں سجاد مرزا صاحب نے انجمن ترقی اردو کو اس کی طرف توجہ دلائی اس تحریک پر اس انجمن نے ایک کمیٹی مقرر کی کہ اردو زبان کے صحیح تلفظ کے اعتبار سے رومن حروف کی شکلیں اور ان کی قدریں مقرر کرے۔ اس کمیٹی کے داعی جناب سجاد مرزا اور ممبر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اور پروفیسر نعیم الرحمن تھے لیکن ہندستان کی تقسیم اور بعد کے سیاسی بحران کی وجہ سے معاملہ وہاں کا وہیں رہا اور اس کمیٹی کی کارروائی کو آگے بڑھانے کی نوبت نہیں آئی۔<sup>۲۳</sup>

۳۳۔ اس کمیٹی کا بظاہر کبھی باضابطہ اجلاس نہیں ہوا بلکہ جتنے بھی مسئلے پیدا ہوئے ان



## رومن اردو رسم خط

حالات کے ایک حد تک سدھرنے کے بعد اس مسئلہ کو پھر اٹھایا گیا اور انجمن ترقی اردو حیدرآباد کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ موجودہ اردو رسم خط کے متوازی رومن حروف کی قدرین اردو زبان کے تلفظ اور اس کی ہیئت کے اعتبار سے مقرر کرے۔ انجمن نے کام اس اہم کام کے لئے ایک ذیلی مجلس مقرر کی، جس نے کئی جلسے کر کے نیچے لکھی ہوئی اسکیم منظور کی۔ اس ذیلی مجلس میں تقریباً ہر نقطہ نظر کے اصحاب شامل تھے اور کبھی کبھی بعض دوسرے اہل رائے صاحبان کو بھی شامل کر لیا جاتا تھا۔<sup>۲۱</sup> مجلس میں ہر تلفظ اور ہر حرف کی آواز کا تعین کرنے سے پہلے سیر حاصل بحث کی گئی اور کسی بات کو نظر انداز

سب کو خط و کتابت کے ذریعے سے طے کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض حروف کے تعین میں آخر تک اختلاف رہا۔ واضح ہو کہ سنہ ۱۹۴۹ء میں راتم الحروف ایک مختصر رسالہ - Some Points for and against the Adoption of Hindi, Urdu and Roman Scripts for the National Language of India.

طبع کرا کر ہندوستانی کی مجاہد دستور ساز کے جملہ ممبروں کے پاس گشت کرایا اس کے جواب میں بعض نہایت موافق اصحاب کے پاس سے امید افزا جوابات بھی موصول ہوئے نتیجہ جو نکلتا تھا وہی نکلا، اور دیوناگری لپی کو «سرکاری رسم خط» کی طور پر اختیار کر لیا گیا۔

۳۴۔ اس کمیٹی کے مستقل ممبر ڈاکٹر یزدانی، ڈاکٹر جعفر حسن، پروفیسر عبدالقادر سروری پروفیسر حبیب الرحمن، جناب سجاد مرزا اور راقم الحروف تھے لیکن بعض مرتبہ دوسرے اصحاب سے بھی رائے لی جاتی تھی جن میں نواب سعید جنگ بہادر، نواب احمد جنگ بہادر اور جناب ساجد علی خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔



نہیں کیا گیا۔ اس کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ باوجود یکہ بعض مباحث میں اختلاف کی بڑی گنجائش تھی اور اختلافات کیے بھی گئے لیکن آخر کار جو بھی طے کیا گیا وہ کامل اتفاق رائے سے طے کیا گیا۔ اس کمیٹی نے جو اسکیم بنائی وہ حسب ذیل ہے :-

(۱) صحیح اور نیم صحیح حروف :-

الف a ؛ ب b ؛ پ p ؛ ت t ؛ ٹ t' ؛ ث 'س' ص s ؛ ج j ؛ چ c ؛  
ح 'ہ' h ؛ خ x ؛ د d ؛ ڈ d' ؛ ذ 'ز' ض z ؛ ر r ؛ ژ r' ؛ ژ z' ؛  
ش 'ش' s' ؛ غ 'g' ؛ ف f ؛ ق q ؛ ک k ؛ ل L ؛ م m ؛ ن n ؛ ٹون غنہ n' ؛  
و v, w ؛ ی y ؛ ع 'ع' ؛

(۲) اعراب اور طویل آوازیں :-

زبر a ؛ زیر i ؛ پیش u ؛ 'ا' a' ؛ ای 'i' ؛ او 'u' ؛ اے 'e' ؛ او 'o' -

اس بمثل اسکیم کے علاوہ اس کمیٹی نے حسب ذیل باتیں بھی طے کیں :

۱۔ انگریزی زبان میں بڑے اور چھوٹے حرفوں کی شکلوں میں فرق کیا جاتا ہے اور ان کے استعمال کے لئے خاص قاعدے مقرر ہیں ؛ ہمیں اردو میں اس فرق کو قائم رکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر کوئی چاہے تو محض آرائشی اغراض کے لئے بڑے حرف استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ ان کی شکل وہی ہو جو چھوٹے حرفوں کی ہوتی ہے۔

۲۔ اسی طرح رومن اردو کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہاتھ سے لکھنے کے حروف علیحدہ ہوں اور چھاپے یا ٹائپ کے حروف علیحدہ ؛ اس فرق کو بھی جہاں تک ہو سکے مٹانا چاہئے۔



## رومن اردو رسم خط کا تجزیہ

۴۔ انگریزی زبان میں اوقاف کی جو علامتیں استعمال ہوتی ہیں انہیں ہمیں اختیار کر لینا چاہئے۔

۴۔ انگریزی حروف تہجی میں دھرے حروف علت بھی ہوتے ہیں جنہیں Diphthong کہتے ہیں؛ اردو میں ہر لفظ کی آواز کے مطابق بشرط ضرورت "جیسا بولو ویسا لکھو" کے اصول پر عمل کرنا چاہئے۔

## رومن اردو رسم خط کا تجزیہ

اس اسکیم میں بعض باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کمیٹی کے ممبروں کا یہ خیال ہرگز نہیں تھا کہ موجودہ اردو رسم خط کی جگہ اس رسم خط کو اختیار کیا جائے۔ اس اسکیم کی جو تمہید اس کے سکریٹری جناب حبیب الرحمن صاحب نے لکھی ہے اس کے چند فقرے اس مسئلے پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہونگے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

"اردو کو رومن رسم خط میں لکھنے کا طریقہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ سالہا سال سے ہندوستانی فوجوں اور یہاں کے انگریز افسروں میں اردو زبان اس لکھاوٹ کے ذریعہ سے جاری تھی اور اب بھی جاری ہے۔ ہندوستانی فوج کا مسلمہ اخبار جن مختلف زبانوں میں چھاپا جاتا ہے ان میں ایک اردو بھی ہے اور اس غرض کے لئے جو لکھاوٹ استعمال کی جاتی ہے وہ اردو بھی ہے اور رومن بھی۔ ہندستان میں ایسے اینگو انڈین اور ہندوستانی عیسائیوں کی خاصی تعداد ہے جن کی مادری زبان انگریزی ہے لیکن جنہیں بازاروں میں اپنے روز مرہ کاروبار کے لئے اردو بول چال ہی سے کام لینا پڑتا ہے۔ آبادی کے ایسے تمام طبقوں میں اردو زبان اور لٹریچر



کو مقبول بنانے کے لئے رومن لکھاوٹ کا استعمال ضروری ہے۔ مزید برآں جو غیر ملکی اشخاص ہندستان کی عام بول چال یعنی اردو سیکھنا چاہیں ان کے لئے بھی آسانی اسی میں ہے کہ انہیں رومن حرفون میں انہیں یہ زبان سکھائی جائے کیونکہ وہ پہلے سے ان حرفون کو جانتے ہیں ۰۰۰۰ بہر حال اردو زبان کو پھیلانے کے طریقوں میں سے یہ ایک اہم طریقہ ہے ۰۰۰۰

اس اسکیم کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں صرف پچیس بنیادی حرفون سے کام لیا گیا ہے اور خصوصی تلفظ اور تمام طویل آوازوں کے لئے صرف ایک ہی چھوٹے سے نشان کا استعمال کیا گیا ہے جس کے بنیادی حرف پر لگانے سے اس حرف کی آواز بدل جاتی ہے، اور یہ بات اسے بہت سی دوسری لپیوں سے ممتاز کرتی ہے۔ یوں تو چھاپے کے لئے ٹائپ ڈھالنے میں صرف ۲۵ حروف ہی درکار ہون گے، لیکن بالفرض نشاندار حروف کو علیحدہ علیحدہ بھی ڈھالا جائے پھر بھی تہ اردو رسم خط شکلون کی تعداد ۳۲ سے نہیں بڑھے گی۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ رومن اردو رسم خط سیکھنا انگریزی سے بھی زیادہ آسانی ہو جائے گا، اس لئے کہ بڑے اور چھوٹے حرفوں میں فوق باقی نہیں رہے گا، اور ساتھ ہی مطمح نظر یہی رہے گا کہ لکھاوٹ اور چھاپے کے حرف ایک ہی وضع کے ہوں۔ ایک بات جو خاص طور پر غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ تمام دوسری زبانوں کی طرح، جنہوں نے رومن رسم خط کو اپنا بنا لیا ہے، اس تہ اردو رسم خط میں بھی کسی لفظ کی اصل پر زور نہیں دیا گیا بلکہ صوتیاتی اصول پر تلفظ کے لئے حروف کا تعین کیا گیا ہے، چنانچہ جب ہم اپنی بول چال میں ٹ - س - ص - یا ذ - ز - ض، ظ کا فرق نہیں کرتے اسی طرح تحریر میں بھی ان کی باریکیاں رسم خط کے



## رومن اردو رسم خط کا تجزیہ

لئے جو جہل اور غیر ضروری سمجھی گئیں، یہ محتاج بیاں نہیں کہ ان تمام اسباب کی وجہ سے رومن اردو رسم خط بنیادی تعلیم اور غیروں کو اردو سکھانے کے لئے آسان ہے، اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ مبتدی خواہ بچہ ہو یا بڑا، اس کے لئے نیا رسم خط سیکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ لگے گا۔ اسے جزوی طور پر اختیار کرنے کا ایک بد بھی نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ ہماری بول چال ہی نہیں بلکہ ادبیات کا بھی ہندستان کے ہر حصے میں پھیلاؤ ہو جائے گا اور اس سے اردو زبان کا اثر دوسری بولیوں پر پڑنا ناگزیر ہو جائے گا۔

جو اسکیم انجمن ترقی اردو، حیدر آباد، نے تیار کی ہے اسے حرف آخر نہیں سمجھنا چاہئے؛ اگر اردو جتنا اصول سے متفق ہو تو تفصیلین طے کرنے کے لئے کل ہند اساس پر ایک کمیٹی مقرر کی جاسکتی ہے۔

بہر حال، اس میں تو شبہ نہیں کہ اردو اپنی کوئی بھی ہو، لیتھو کے چھاپے کو تو فی الفور خیر باد کہنا چاہئے، ورنہ وہ دن دور نہیں کہ ہم فخر کیا کریں کہ اردو ہندستان میں سب سے زیادہ بولی جاتی ہے، مگر اس کو لکھنے سے پڑھنے والا ملک میں کوئی بھی نہ رہے۔

  
Allama Iqbal Library  
19186



THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY  
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. 291.259 Book No. 1448

Vol. \_\_\_\_\_ Copy \_\_\_\_\_

Accession No. 19184

--	--	--



## مصنف کی دوسری تصنیفیں اور ترجمے

۱ - «تاریخ یونان قدیم» ؛ اڈولف هولم Adolf Holm کی کتاب کا انگریزی سے اردو ترجمہ ؛ جامعہ عثمانیہ ، حیدرآباد دکن ؛ ۴ جلد ، ۱۹۲۴ تا ۱۹۳۶ -

۲ - «مبادی سیاسیات» ؛ دوسری اشاعت ؛ جامعہ ملیہ اسلامیہ ، دہلی ؛ ۱۹۴۱ -

۳ - «مختصر تاریخ دکن» ؛ نوین ؛ ششہ تعلیمات ، حیدرآباد دکن ؛ ۱۹۵۰ -

۴ - Bahmani Wazir -

الہ آباد ؛ ۱۹۴۲ -

۵ - «نشریات» ؛ عبد القادر

۶ - «یورپ جنگ سے پہلے»

۷ - Bahmani Kingdom -

۸ - Political Thought -

and Administration

۹ - on of Hindi, Urdu -

۱۰ - al Language

Political Thought

؛ in India

۱۱ - of the Deccan -

۱۹۵۳ -

۱۲ - «سیاسیات کے اصول»

۱۳ - «سیاسیات کے اصول»

۱۴ - «سیاسیات کے اصول»

۱۵ - uly and

؛ Switzerland

ترجمہ ؛ اورینٹل

Call No. ۵۹۱.۵۳۵

Accession No. ۱۹۱۸۶

Title

Author

Borrower's No.

Date Loaned

Borrower's No.

Date Loaned

The Jammu & Kashmir University Library, Srinagar.

1. Overdue charge of one anna per-day will be charged for each volume kept after the due date.
2. Borrowers will be held responsible for any damage done to the book while in their possession.



مہتمم مطبوعات ، سعود منزل ، حمایت نگر حیدر آباد دکن  
کی شائع کردہ کتابیں

---

Prof. H.K. Sherwani : The Bahmanis of the Deccan ;  
Price Rs 15

انیسہ ہارون بیگم شروانی : « حیات ز ، خ ، ش » ؛ قیمت تین روپیہ  
پروفیسر ہارون خاں شروانی : « اردو رسم خط اور طباعت » قیمت دو روپیہ











